تحقیق الحق المبین

فی اجوبۃ مسائلِ اربعین

(اردو ترجمہ)

حضرت شاہ احمد سعید مجددی فاروقی مدنی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مترجم

مولانا محمد شریف ہزاروی

تحقیق و تخریج

عبد الرحیم نظامانی

تحقیق الحق المبین
فی اجوبۃ مسائل اربعین

(اردو ترجمہ)

قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین حضرت مولانا شیخ

شاہ احمد سعید مجددی فاروقی مدنی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْز

مترجم

مولانا محمد شریف ہزاروی

تحقیق، تخریج اور کتابت

عبدالرحیم نظامانی

مکتبہ مجدّدیہ

www.maktabah.org

نام: تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل اربعین
زبان: اردو (مترجم)
موضوع: مسائلِ فقہ حنیفہ و ردِ مسائلِ وہابیہ
مصنف: حضرت شاہ احمد سعید مجددی فاروقی مدنی قُدِّسَ سِرُّہٗ
مترجم: مولانا محمد شریف ہزاروی
تحقیق، تخریج اور کتابت: عبدالرحیم نظامانی
ناشر: مکتبہ مجدّدیہ، حیدرآباد، سندھ، پاکستان
اشاعت: فروری 2014

Tahqeeq ul-Haqq ul-Mubeen Fi Ajwibat-i Masaail-i Arbaeen
Urdu translation
Author: Shah Ahmad Saeed Mujaddidi Madani
Translator: Mawlana Muhammad Shareef Hazarvi
Typesetting and preface by Abdul Rahim Nizamani

January 2014

Published by:

Maktabah Mujaddidiyah
Hyderabad, Sindh, Pakistan
Website: www.maktabah.org
Email: info@maktabah.org

Typeset in XeLaTeX with MikTex.
Printed with Print-on-Demand publishing services.

فہرست

حضرت شاہ احمد سعید مجددی

ولادت باسعادت

حضرت شاہ احمد سعید مجددی فاروقی مدنی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْز کی ولادت باسعادت یکم (۱) ربیع الثانی ۱۲۱۷ھ (۳۱ جولائی ۱۸۰۲ء) کو مصطفیٰ آباد عرف رام پور موجودہ ہندوستان میں ہوئی۔ تاریخ ولادت "مظہر یزدان" (۱۲۱۷) سے برآمد ہوتی ہے۔ آپ حضرت شاہ ابو سعید مجددی دہلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے فرزند اکبر تھے اور آپ کا سلسلہ نسب بواسطہ امام ربانی مجدد الف ثانی قُدِّسَ سِرُّہٗ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ سے ملتا ہے۔ آپ کے آبائے کرام کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں:

1. حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی قُدِّسَ سِرُّہٗ (۹۷۱ تا ۱۰۳۴ھ)
2. حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قُدِّسَ سِرُّہٗ (۱۰۰۷ تا ۱۰۷۹ھ)
3. حضرت خواجہ سیف الدین سرہندی قُدِّسَ سِرُّہٗ (۱۰۴۹ تا ۱۰۹۶ھ)
4. حضرت شیخ محمد عیسیٰ مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ (۱۱۵۰ھ)
5. حضرت شیخ عزیز القدر مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ
6. حضرت شیخ صفی القدر مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ (۱۲۳۶ھ)
7. حضرت شاہ ابو سعید مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ (۱۱۹۶ تا ۱۲۵۰ھ)
8. حضرت شاہ احمد سعید مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ (۱۲۱۷ تا ۱۲۷۷ھ)

تعلیم و تربیت

آپ نے اپنے والد ماجد کی حسن تربیت سے بچپن میں ہی قرآن مجید حفظ کرلیا۔ منقول و معقول علومِ دین مولانا فضل امام خیر آبادی [1] اور مفتی شرف الدین رام پوری [2] وغیرہ سے پڑھے۔ حدیث شریف حضرت شاہ عبدالعزیز رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ کے تلامذہ مثلاً رشید الدین خان دہلوی [3] وغیرہ سے پڑھیں۔ آپ کو حضرت شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر دہلوی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے، اور آپ نے شاہ عبدالعزیز صاحب سے سندِ حدیث بھی لی۔ شاہ عبدالعزیز رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ کے نواسے مولوی اسحاق دہلوی سے بھی آپ نے حدیث شریف پڑھی، لیکن بعد میں ان کے وہابی ہوجانے کی وجہ سے آپ نے اس کی روایتِ حدیث ترک کردی۔

آپ نے کچھ کتابیں اپنے والد کے ماموں حضرت مولانا سراج احمد مجددی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ سے بھی پڑھیں، اور ان ہی سے حدیثِ مسلسل بالاولیۃ کی اجازت بھی حاصل کی جو ان کو اپنے آبائے کرام سے حاصل تھی اور بواسطہ حضرت مجدد الفِ ثانی، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سے مروی ہے۔ اسی طرح اپنے والد ماجد سے بھی کچھ کتابیں پڑھیں، اور مولوی نور سے بھی علم حاصل کیا۔

آپ کی سندِ حدیثِ مسلسل بالاولیۃ اس طرح ہے:[4]

1. حضرت شاہ احمد سعید مجددی نے سنی یہ حدیث
2. حضرت شیخ سراج احمد مجددی سے، جنھوں نے سُنی یہ حدیث اپنے والد

[1] مولانا فضلِ امام خیر آبادی (وفات ۱۲۴۴ھ /۱۸۲۹ء) مشہور عالم، مصنف اور مدرس تھے۔ دہلی میں آپ کا مدرسہ معقولات میں شہرت رکھتا تھا۔ آخر عمر میں خیر آباد آگئے اور وہیں انتقال کیا۔

[2] مفتی شرف الدین حنفی رام پوری (وفات ۱۲۶۸ھ) اس دور میں رام پور کے مشور علماء و مدرسین میں سے تھے۔

[3] مولانا رشید الدین خان دہلوی (وفات ۱۲۴۳ھ)، بن امین الدین۔ علم کلام کے ماہر تھے اور علم ہیت و ہندسہ میں کمال حاصل تھا۔ کئی اہم علمی کتابوں کے مصنف تھے۔

[4] فهرس الفهارس والأثبات، الجزء الاول

3. حضرت شیخ محمد مرشد مجددی سے، جنہوں نے سُنی یہ حدیث اپنے والد
4. حضرت شیخ محمد ارشد مجددی سے، جنہوں نے سُنی یہ حدیث اپنے والد
5. حضرت شیخ محمد فرخ مجددی سے، جنہوں نے سُنی یہ حدیث اپنے والد
6. حضرت خواجہ محمد سعید فاروقی سرہندی سے، جنہوں نے سُنی یہ حدیث اپنے والد
7. حضرت امامِ ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سے، جنہوں نے سنی یہ حدیث
8. حضرت قاضی بہلول بدخشی سے، جنہوں نے سنی یہ حدیث[5]
9. حضرت شیخ عبدالرحمٰن بن فہد سے، جنہوں نے سنی یہ حدیث اپنے والد
10. حضرت شیخ عبدالقادر بن عبدالعزیز بن فہد سے، جنہوں نے سنی یہ حدیث
11. حضرت تقی الدین بن محمد بن فہد ہاشمی علوی شافعی (۸۷۱ھ) سے، جنہوں نے سنی یہ حدیث
12. علامہ برہان الدین ابناسی شافعی (۸۰۲ھ) اور قاضی القضاۃ ابو حامد مطری سے، ان دونوں نے سنی یہ حدیث
13. حضرت صدر الدین ابوالفتح محمد بن المبرد سے، جنہوں نے سنی یہ حدیث
14. شیخ نجیب الدین عبدالطیف حرانی سے، جنہوں نے سنی یہ حدیث
15. حافظ ابو الفرج ابن جوزی حنبلی (۵۹۷ھ) سے، جنہوں نے سنی یہ حدیث
16. ابو سعید اسماعیل بن ابو صالح نیشاپوری سے، جنہوں نے سنی یہ حدیث
17. ابو صالح احمد بن عبدالملک المؤذن نیشاپوری (۴۷۰ھ) سے، جنہوں نے سنی یہ حدیث
18. ابو طاہر محمد بن محسن زمادنی سے، جنہوں نے سنی یہ حدیث
19. ابو حامد احمد بزاز سے، جنہوں نے سنی یہ حدیث
20. عبدالرحمٰن بن بشیر بن حکیم عبدری سے، جنہوں نے سنی یہ حدیث

[5] حضرت امام ربانی سے آگے کا یہ سلسلہ نسمات القدس سے منقول ہے۔

21. سفیان بن عیسیٰ سے، جنہوں نے سنی یہ حدیث
22. عمرو بن دینار مکی سے، جنہوں نے سنی یہ حدیث
23. حضرت ابو قابوس سے، جنہوں نے سنی یہ حدیث
24. حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (٦٣ھ) سے، جنہوں نے سنا
25. ہمارے آقا و مولا سیدنا رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے ہوئے کہ الراحمون يرحمهم الرحمٰن تبارك و تعالىٰ، ارحموا من في الأرض يرحمكم من في السماء (رحم کرنے والوں پر اللہ تبارک و تعالیٰ رحم فرماتا ہے، زمین والوں پر رحم کرو تاکہ آسمان والے تم پر رحم کریں)۔

حدیثِ مسلسل بالاولیۃ کی اجازت آپ کو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے بھی ہے، جس کا سلسلہ اس طرح ہے:[6]

1. حضرت شاہ احمد سعید مجددی نے سُنی یہ حدیث
2. حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے، جنہوں نے سُنی یہ حدیث اپنے والد
3. حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے، جنہوں نے سُنی یہ حدیث
4. حضرت حاجی محمد افضل سیالکوٹی سے، جنہوں نے سنی یہ حدیث
5. حضرت حجۃ اللہ شاہ محمد نقشبند مجددی سرہندی سے، جنہوں نے سنی یہ حدیث اپنے والد
6. حضرت خواجہ محمد معصوم فاروقی سرہندی سے، جنہوں نے سنی یہ حدیث اپنے والد
7. حضرت امامِ ربانی مجدد الفِ ثانی سے۔ باقی کا سلسلہ وہی ہے۔

---

[6] فهرس الفهارس والأثبات، الجزء الاول

تحصیلِ سلوکِ باطنی

طریقہ مجددیہ کا سلوک آپ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی نقشبندی قُدِّسَ سِرُّہٗ سے آخر تک طے کیا اور اجازت و خلافت مطلقہ سے مشرف ہوئے۔ اپنے والد ماجد کے وصال کے بعد خانقاہ مظہریہ دہلی کے سجادہ نشین بنے اور بیشمار لوگوں کو ظاہری و باطنی علوم سے بہرہ ور کیا۔

آپ کے پیر و مرشد حضرت شاہ غلام علی قُدِّسَ سِرُّہٗ اکثر آپ سے فرمایا کرتے کہ ہماری توجہ تمہاری جانب سے موقوف نہیں ہوتی، حاضر غائب یکساں رہتی ہے۔

مولانا محمد جان رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ جو حضرت شاہ غلام علی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے بڑے خلفاء میں سے تھے اور مکہ شریف میں رہتے تھے اور وہیں انتقال کیا، وہ نقل کرتے تھے کہ حضرت شاہ صاحب آپ کی بلند استعداد کی بہت تعریف فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک بار میں حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر تھا، آپ کے والد ماجد شاہ ابو سعید اور آپ خود بھی حاضر تھے۔ حضرت شاہ صاحب نے حاضرین سے مخاطب ہوکر پوچھا کہ ان دونوں میں کون عالی مرتبہ اور فاضل معلوم ہوتا ہے۔ کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ آخر آپ نے خود ہی فرمایا کہ میری نظر میں بیٹا بہتر ہے والد سے۔

شاہ احمد سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ نے نوعمری میں ہی حضرت شاہ صاحب سے کسب سلوک کیا اور اجازت مطلقہ حاصل کی، اور ایسا کمال حاصل کیا کہ شاہ صاحب کے بڑے بڑے خلفاء بھی آپ سے توجہات لیتے تھے اور تصوف کی کتابیں پڑھتے تھے، جن میں حضرت سید اسماعیل مدنی اور حضرت مرزا عبدالغفور خورجوی جیسے عظیم الشان خلفاء بھی شامل ہیں۔

اگر کوئی آپ کے والد ماجد کی تعریف کرتا تو وہ فرماتے کہ میں اس لائق نہیں ہوں، البتہ میرے بڑے فرزند جو کہ جامع کمالات ظاہری و باطنی ہیں، مدح کے لائق ہیں۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کی مجھ پر خاص عنایت ہے اور انہوں نے مجھے اپنی خلافت سے بھی مشرف فرمایا ہے اور اسی وجہ سے مقاماتِ طریقہ مجددیہ میں کمال قوت حاصل ہے۔

کرامات

آپ کے فرزند شاہ محمد عمر رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کی شادی کو دس سال سے زیادہ ہوگئے مگر اولاد نہ ہوئی۔ ان کی والدہ محترمہ اکثر خدمت اقدس میں عرض کرتی رہتی تھیں اور ان کی زوجہ کے عزیز و اقارب بھی مشکوک تھے۔ آخر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے، اگر اولاد نہ بھی لکھی ہوئی ہو تب بھی ممکن ہے، تقدیر کو بلدنا اس کے ہاتھ میں ہے، انشاء اللہ تعالیٰ فرزند پیدا ہوگا۔ آپ کی بشارت کے مطابق فرزند کی ولادت ہوئی، بلکہ بعد میں دو اور فرزند بھی پیدا ہوئے۔

مولانا حسن بخاری، جو حضرت شاہ ابو سعید قُدِّسَ سِرُّهٗ کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے، نقل کرتے تھے کہ ایک دن صبح کے حلقہ میں آپ کی خدمت میں مراقب بیٹھا تھا، حالتِ غیبت میں دیکھا کہ ایک بزرگ آپ کے داہنی طرف بیٹھے ہیں، ایک کتاب ان کے ہاتھ میں ہے۔ میں نے پوچھا یہ کونسی کتاب ہے؟ فرمایا کہ یہ ایسی کتاب ہے جس میں اولیاء متقدمین و متاخرین کے نام لکھتا ہوں، بس یہی میری خدمت ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ (شاہ احمد سعید) کا نام بھی لکھا ہے؟ فرمایا کہ ہاں لکھا ہے، اور تصحیح کرانے کے لئے لایا ہوں۔ حضرت شاہ محمد مظہر قُدِّسَ سِرُّهٗ فرماتے ہیں کہ مجھے بھی ایسا ہی مشاہدہ ہوا، اور میں نے آپ کا اسم گرامی اولیائے متقدمین مثلاً جنید بغدادی و معروف کرخی و داؤد طائی وغیرہ کی فہرست میں میں لکھا دیکھا۔

مشاہدات و مکاشفات

آپ فرماتے تھے کہ مجھے حضرت سرورِ عالم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا دیدار، مراقبہ اور خواب اور بیداری کی حالت میں میں بارہا ہوا ہے، چونکہ فقیر محمدی المشرب ہے اس لئے عنایاتِ خاص الخاص خصوصًا مصائب و امراض کے اوقات میں امداد حضرت حبیبِ خدا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے ہوتی ہیں۔

آپ فرماتے تھے کہ ایک بار رمضان مبارک میں خانقاہ شریف کے اندر نمازِ تراویح کے وقت مشاہدہ ہوا کہ حضرت رحمۃ للعالمین صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بعض صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما ہوئے ہیں، مسجد خوشبو سے معطر ہوگئی، اور جو لوگ صاحبِ ادراک و کشف تھے انہوں نے بھی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ گویا اس بندۂ ضعیف سے قرآن شریف سننے کے لئے تشریف فرما ہوئے تھے، سننے کے بعد قرأت کی تعریف بھی فرمائی۔

ایک بار مولانا مفتی صدر الدین خان صاحب نے آپ سے دریافت کیا کہ اس وقت دہلی کا قطب کون ہے اور اس کی رہائش کہاں ہے؟ آپ نے جوابًا لکھا کہ چاہتے ہو کہ اسرار مخفی ہوجائیں؟ اولیائے عزلت کو مخفی رہنا لازم ہے، ان کے اظہار کا فقیر کو حکم نہیں ہے۔

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز
ورنہ در محفل رندان خبری نیست کہ نیست

ترجمہ

مصلحت ہی نہیں پردے سے جو نکلیں اسرار
ورنہ رندوں میں کوئی بات چھپی رہتی ہے

وصال مبارک

مدینہ منورہ میں جو الطاف و عنایات حضرت رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی آپ پر ہوئیں وہ حد بیان سے باہر ہیں۔ مرضِ وفات سے قبل آپ نے فرمایا کہ مجھ کو ان الفاظ میں الہام ہوا ہے:

غَفَرْتُ لَکَ وَلِمَنْ تَوَسَّلَ بِکَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ (میں نے تمہیں اور قیامت تک آنے والے تمہارے تمام متوسلین کو بھی بخش دیا)۔

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران رمضان مبارک ۱۲۷۶ھ میں آپ کو مرض اسہال اور بخار لاحق ہوا اور اگلے سال ربیع الاول تک آپ کی طبیعت خراب رہی۔ مرض کے شروع میں آپ حرم شریف میں حاضر ہوتے لیکن بعد میں شدت مرض کی وجہ سے حاضر نہیں ہوسکتے تھے۔ اپنے فرزند اکبر حضرت شاہ عبدالرشید قُدِّسَ سِرُّہٗ کو اپنا جانشین بنایا اور ان کو طالبین کی تربیت پر مامور کیا۔ چنانچہ آخری ایام میں وہ حضرت کے مقام پر بیٹھ کر طالبین کو توجہ فرماتے تھے۔

دو ربیع الاول ۱۲۷۷ھ کی رات کو آپ کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی اور اس قدر ضعف طاری ہوگیا کہ حاضرین کو انتقال کا خوف ہوا۔ آپ کے تینوں فرزند اور دوسرے عزیز و خادمین حاضر تھے۔ رات کے شروع میں آپ پر خوفِ الٰہی کے آثار ظاہر تھے، آخر شب میں آپ پر فرحت و سرور کا غلبہ ہوا اور زبان مبارک سے آیۂ کریمہ "دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی" پڑھتے تھے اور ایسے الفاظ زبان سے ادا کرتے تھے جن سے فرحت و شادمانی ظاہر ہوتی تھی۔ دوسرے دن ظہر کے بعد سکرات کے آثار ظاہر ہوئے۔ حاضرین نے دیکھا کہ تمام مکان اولیائے کرام کی ارواح طیبہ اور ملائکہ کرام کے انوارات سے بھر گیا۔ آپ کے سامنے آپ کے بڑے صاحبزادہ شاہ عبدالرشید صاحب بیٹھے تھے، آپ کبھی آنکھیں کھول کر ان کو دیکھتے اور کبھی بند کرلیتے۔ بالآخر اسی دن بروز منگل، ظہر اور عصر کے درمیان، ۲

ربیع الاول ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸ ستمبر ۱۸۶۰ء کو آپ نے مدینہ منورہ ہی میں وصال فرمایا۔ آپ کی نماز جنازہ میں مخلوق کا اسقدر اژدھام تھا کہ اکثر اہل مدینہ کہتے تھے کہ اس قدر خلقت ہم نے کسی اور کے جنازہ میں نہیں دیکھی۔ اہلِ مدینہ منورہ حسرت اور افسوس سے کہتے تھے "هٰذَا وَلِيُ اللّٰه"، کوئی کہتا تھا "اَلْغِيَاثُ يَا شَيْخَ الطَّرِيْقَةِ"، کوئی پکارتا تھا "اَلْمَدَدْ يَا قُطْبَ الْاَقْطَابِ". وہاں کے مشائخ طریقت بھی کہتے تھے "هٰذَا نَقْشَبَنْدِيْ كَبِيْرٌ" (یہ بہت بڑے نقشبندی ہیں)۔

پہلے آپ کے جنازہ کو مواجہ شریف میں حضور سرورِ کائنات صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے روبرو رکھا گیا۔ بعد ازاں مسجد نبوی میں نماز جنازہ ہوئی۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو جنت البقیع میں سیدنا عثمان بن عفان رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کے روضہ شریف کے ساتھ قبلہ کی جانب (جنوب میں) دفن کیا گیا۔

آپ کی تاریخ وفات کئی لوگوں نے کہی۔ آپ کے فرزند حضرت شاہ محمد عمر رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ نے اس طرح کہی: "عَاشَ سَعِيْدًا مَاتَ شَهِيْدًا" (۱۲۷۷)۔

شیخ عبدالجلیل افندی برّادہ المدنی نے آپ کی تاریخِ وفات مندرجہ ذیل اشعار میں بیان کی ہے۔ یہ اشعار آپ کی قبر انور کے کتبہ پر بھی لکھے گئے۔[7]

قضى قطب الأقطاب الشهير بأحمد
سعيد إمام العلم والحلم والهدىٰ

منار طريقة النقشبندية التي
لها جده في الألف أضحى مجددا

و من حل في ذا القبر ناديت أرخوا
سعيدا شهيدا بالجنان مخلدا

[7] فيض الملك الوهاب المتعالي

مناقب

حضرت شیخ عبدالجلیل برّادہ افندی المدنی (۱۲۴۱ تا ۱۳۲۷ھ) نے آپ کی شان میں منقبت لکھی، جس میں سے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں۔[8]

كذا فليكن سعيُ الفتى للمآثر
و تجديد أعلام المعالي الدوائر

لعمرُك هذا الفخر لا ما تعده ال
مُلوك ذوو التيجان يوم التفاخر

و مَنْ مثلَ سلطان الطريقة أحمد
سعيد جلا الأبصار قل والبصائر

سید حسن تاج کماخی المدنی نے آپ کے مناقب میں ایک کتاب لکھی جس میں آپ کے اقوال اور کرامات جمع کیں۔ یہ آپ کے عرس مبارک پر پڑھی جاتی تھی۔[9]

تصانیف و آثار

تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائلِ اربعین

یہ کتاب آپ نے مولوی اسحاق دہلوی کی کتاب "مسائلِ اربعین" (چالیس مسائل کے جوابات) کے رد میں لکھی۔ صفر ۱۳۱۸ھ بمطابق ۱۹۰۰ء میں مطبع مجتبائی دہلی سے شایع ہوئی۔

الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیب (فارسی)

اس کی نقل راقم الحروف کو دستیاب نہیں ہو سکی۔

[8] فيض الملك الوهاب المتعالي
[9] فيض الملك الوهاب المتعالي

احسن الکلام فی اثبات المولد والقیام (عربی)

یہ مختصر عربی رسالہ آپ نے مولوی محبوب علی جعفری (۱۲۰۰ تا ۱۲۸۰ھ) کے رد میں لکھا۔ مولوی محبوب علی کا تعلق ابتداء میں مجاہدین سے تھا، لیکن مجاہدین کے سفر یاغستان کے دوران وہ جماعت سے کنارہ کش ہوگئے۔ مولوی محبوب علی مولوی اسماعیل دہلوی کے افکار سے متاثر تھے اور ان کے ہم سبق بھی رہ چکے تھے۔ اور مولوی اسماعیل دہلوی تحریکِ جہاد کے آغاز سے پہلے ہی اپنی تقاریر میں میلاد اور قیام کو ناجائز اور بدعت کہا کرتے تھے۔ مولوی محبوب علی نے جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف جہاد کو ناجائز قرار دیا۔ جبکہ حضرت شاہ احمد سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ نے نہ صرف اسے جنگِ آزادی سے تعبیر کیا بلکہ اسے جہاد کا درجہ قرار دیتے تھے۔

حضرت مصنف کے اپنے قلم سے لکھا گیا اس رسالہ کا خطی نسخہ خانقاہ عالیہ موسیٰ زئی شریف میں موجود ہے۔ اسی کا عکس محمد اقبال مجددی کے اردو مقدمہ کے ساتھ خانقاہ شریف سے ۱۹۷۹ء میں طبع ہوا۔ اس کا اردو ترجمہ بھی شایع ہوچکا ہے جو مولانا محمد شریف نقشبندی نے کیا۔

الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ

اس کی نقل راقم الحروف کو نہیں مل سکی۔ غالبًا فارسی زبان میں لکھا گیا۔ آپ کے پوتے حضرت شاہ محمد معصوم مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے لکھا ہے کہ انہوں نے ۱۲۸۴ھ میں اس رسالہ کا عربی ترجمہ کیا جو طبع بھی ہوا۔

سعید البیان فی مولد سید الانس والجان (اردو)

یہ کتاب اس زمانے کی مروج اردو میں لکھی گئی جس میں ذکرِ ولادت و معراج و شمائل و معجزات وغیرہ بہت دلکش انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت شاہ محمد معصوم مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ لکھتے ہیں کہ آپ یہ کتاب بذات خود ہر سال گیارہ ربیع

الاول کو اجتماعِ عام میں پڑھتے تھے۔[10] اس روایت سے اغلب گمان ہوتا ہے کہ آپ کی خانقاہ میں ہر سال گیارہ ربیع الاول کو میلاد النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا اجتماع ہوتا تھا جس سے آپ خود خطاب فرماتے تھے اور یہ کتاب پڑھ کر سناتے تھے۔

یہ کتاب ۱۹۲۰ء میں شمس المطابع میرٹھ سے دوسری بار شائع ہوئی جس میں ۶۵ صفحات تھے۔ ۱۹۶۵ میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان علیہ الرحمۃ نے حیدرآباد سندھ سے شائع کی۔ بعد میں ڈاکٹر قمر یوسف زئی نے کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ حیدرآباد سے شائع کی اور اس کا انگریزی ترجمہ بھی کیا جو ۱۹۹۷ میں شائع ہوا۔

کافی عرصہ تک یہ کتاب نایاب رہی۔ حال ہی میں ۱۹۲۰ والے ایڈیشن کا عکس دوبارہ ۲۰۱۳ء میں علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر، جوہر آباد، پاکستان نے شائع کیا جو مکتبہ مجددیہ کی ویبسائٹ پر بھی دستیاب ہے۔

انہارِ اربعہ (فارسی)

تصوف و سلوک پر اس کتاب میں آپ نے چار طریقوں کے اسباق و اذکار و وظائف لکھے ہیں۔ ان میں طریقہ نقشبندیہ، مجددیہ، قادریہ اور چشتیہ شامل ہیں۔

۱۲۵۷ھ میں مکہ معظمہ کے کچھ علماء نے اس رسالہ کا عربی ترجمہ کیا جو طبع بھی ہوا۔

مکتوبات شریف (فارسی)

آپ کے جملہ مکتوبات کسی نے جمع نہیں کیے۔ لیکن آپ کے خلیفۂ اعظم حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ نے آپ کے مکتوبات جو ان کی طرف ہی لکھے گئے تھے جمع کر لیے، جن میں کچھ دیگر مکتوبات بھی شامل کیے۔ فارسی میں لکھے گئے ان مکتوبات شریف کا خطی مجموعہ خانقاہ موسیٰ زئی شریف میں محفوظ تھا، جو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے ترتیب دیکر تحفۂ زواریہ کے نام سے شائع کیے۔ ان کا اردو

[10] ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین

ترجمہ محمد ظہیر الدین بھٹی نے کیا جو زوار اکیڈمی پبلیکیشنز کی طرف سے اکتوبر ۲۰۱۱ء میں شایع ہوا۔

فتاویٰ

آپ کبھی کبھار فتویٰ بھی دیتے تھے۔ لیکن افسوس کہ کسی نے اُن کو جمع نہیں کیا۔

مناقب و مقاماتِ احمدیہ سعیدیہ

یہ کتاب آپ کے فرزندِ اصغر حضرت شاہ محمد مظہر مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فارسی میں لکھی جس میں اپنے والد بزرگوار کے حالات لکھے ہیں۔ اکمل المطابع، دہلی سے ۱۲۸۴ھ میں شایع ہوئی۔ اس کا عربی ترجمہ استنبول ترکی سے "المناقب والمقامات الاحمدیہ السعیدیہ" کے نام سے ۱۸۹۶ء میں شایع ہوا۔

ذکرُ السعیدین فی سیرۃِ الوالدین (اردو)

یہ کتاب آپ کے پوتے حضرت شاہ محمد معصوم مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ۱۳۰۵ھ میں لکھی جس میں انھوں نے اپنے جد امجد شاہ احمد سعید اور والد شاہ عبدالرشید مجددی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا کی سوانح لکھی ہے۔ یہ کتاب ۱۳۰۸ھ میں مطبع مظہر النور سے شایع ہوئی اور اس وقت بالکل نایاب ہے۔ اس کا ایک خستہ حال عکس انٹرنیٹ پر موجود ہے۔

اولاد امجاد

حضرت شاہ احمد سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ کے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔

1. حضرت شاہ عبدالرشید مجددی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (۱۲۳۷ تا ۱۲۸۷ھ)۔ حالات خلفائے کرام کے حصہ میں دیکھئے۔

2. حضرت شاہ محمد عمر مجددی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (۱۲۴۴ تا ۱۲۹۸ھ)۔ حالات خلفائے کرام کے حصہ میں دیکھئے۔
3. حضرت شاہ محمد مظہر مجددی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (۱۲۴۸ تا ۱۳۰۱ھ)۔ حالات خلفائے کرام کے حصہ میں دیکھئے۔
4. حضرت شاہ عبدالحمید رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ۔ ان کے حالات نہیں ملتے، شاید بچپن میں فوت ہوئے ہوں۔
5. صاحبزادی حضرت روشن آراء رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہَا

خلفائے کرام

1. حضرت خواجہ حاجی دوست محمد قندھاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

آپ حضرت شاہ احمد سعید مجددی فاروقی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے خلیفۂ اکبر و نائب کامل تھے۔ آپ یوسف زئی قوم سے تھے اور قندھار کے قریب ۱۲۱۶ھ میں پیدا ہوئے۔ وہیں پر ابتدائی علوم حاصل کیے، اور بعد میں مختلف ملکوں کا سفر اختیار کیا جہاں مشہور علماء کرام اور مشائخ عظام سے استفادہ کرتے رہے۔ حرمین شریفین میں حاضر ہوکر حج کی سعادت بھی حاصل کی۔ روحانی طلب کی شدت اس قدر تھی کہ اکثر آہ و زاری اور گریہ میں رہتے تھے، اور کبھی کبھی بیہوش ہوجاتے۔ آخر آپ کی طلب آپ کو بمبئی لے آئی جہاں آپ نے حضرت شاہ ابو سعید مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے دست اقدس پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ بعد ازاں دہلی آکر حضرت شاہ احمد سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ سے بیعت کی اور ان ہی سے سلوک طریقہ تا آخر مقامات حاصل کیا اور اجازت و خلافت حاصل کی۔

آپ نے ۱۳۶۶ھ میں ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں موسیٰ زئی کے مقام پر ایک خانقاہ مسمیٰ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ قائم کی جہاں سے یہ متبرک طریقہ دور دراز

کے علاقوں تک پہنچا۔ حضرت شاہ احمد سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ حرمین شریفین کے سفر میں اس خانقاہ پر تشریف لائے اور چند دن قیام فرمایا۔ ساتھ حضرت حاجی صاحب کو اپنا جانشین مطلق بناکر ہندوستان و افغانستان کے تمام مریدین کو آپ سے بیعت کرنے کا حکم فرمایا، اور خانقاہ مظہریہ دہلی کی تولیت بھی آپ کو عنایت فرمائی۔

آپ کے لاکھوں مریدین و ہزاروں خلفاء ہوئے جنہوں نے یہ مقدس طریقہ دور دراز کے علاقوں تک پہنچایا۔ کثرت ارشاد اس قدر تھا کہ دوسرے مشہور مشائخ کرام کے مرید بھی آپ سے آکر بیعت کرتے تھے، اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ کمالات حاصل کرلیتے تھے جو اپنے پہلے مشائخ کی کئی سالوں کی صحبت میں بھی حاصل نہ ہوئے۔ آخر ۲۳ شوال ۱۲۸۴ھ کو آپ نے اس دنیائے فانی سے انتقال فرمایا اور موسیٰ زئی شریف میں اپنی قائم کردہ خانقاہ میں دفن ہوئے، جہاں آپ کا مزار پرانوار آج بھی مرجع خلائق ہے۔ آپ کی کوئی نسبی اولاد نہیں تھی۔ آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی قُدِّسَ سِرُّہٗ آپ کے روحانی مسند نشین ہوئے۔

2. حضرت شاہ عبدالغنی مجددی محدث مدنی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

آپ حضرت شاہ ابو سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ کے دوسرے فرزند تھے۔ آپ کی ولادت شریف ۲۵ شعبان ۱۲۳۵ھ کو ہوئی۔ آپ کے والد فرماتے تھے کہ یہ فرزند درویش ہوگا۔ چار سال کی عمر میں آپ کے والد آپ کو حضرت قبلۂ عالم شاہ غلام علی دہلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمت میں لے گئے، اور وہ پہلی صحبت و زیارت آپ کو عمر بھر یاد رہی۔

بچپن سے ہی آپ کی طبیعت علوم دینیہ کی طرف راغب تھی۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد اول آپ نے مولانا حبیب اللہ ملتانی سے علم حاصل کیا۔ آپ کی عمر ابھی پندرہ برس کی تھی کہ اپنے والد ماجد کے ہمراہ حرمین شریفین کی

حاضری نصیب ہوئی۔ وہیں پر مشہور عالم و فقیہ مولانا محمد عابد انصاری سندھی مدنی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ سے حدیث مسلسل بالاولیۃ کی سند حاصل کی، اور دیگر کتب حدیث کی روایت کی بھی اجازت لی۔ بیعت اپنے والد ماجد کے دست مبارک پر کی، بعد ازاں اپنے بڑے بھائی شاہ احمد سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ سے روحانی سلوک ولایتِ کبریٰ تک حاصل کیا۔ اس کے بعد حضرت مرزا عبدالغفور خرجوی قُدِّسَ سِرُّہٗ سے سلوک مکمل کیا جو حضرت شاہ غلام علی کے اکابر خلفاء سے تھے۔

آپ کو علم حدیث پر ملکہ حاصل تھا اور آپ سے بہت سے علماء و محدثین نے استفادہ کیا۔ تمام عمر اسی علم کی ترویج میں صرف کی۔ سنن ابن ماجہ پر حاشیہ بھی لکھا جو طبع ہوا۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِکے مکتوبات شریف کی تخریج احادیث لکھی۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی کئی تصانیف ہیں۔ آپ فقہ حنفی کے مقلد تھے، لیکن علم حدیث میں کمال مہارت ہونے کے باعث بعض فروعی معاملات میں آپ حدیث شریف پر عمل کرتے تھے، جس کی وجہ سے بعض فقہاء نے آپ سے علمی اختلاف بھی کیا۔ ۷ محرم الحرام ۱۲۹۲ھ کو وصال فرمایا اور جنت البقیع میں حضرت سیدنا عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے روضہ مبارک کے قریب دفن ہوئے۔

3. حضرت شاہ عبدالمغنی مجددی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

آپ حضرت شاہ ابو سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ کے تیسرے فرزند تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۷ ربیع الآخر ۱۲۳۹ھ کو ہوئی۔ اپنے والد کی وفات کے وقت گیارہ برس کی عمر تھی۔ حفظ قرآن مجید کرکے جید علماء کرام سے علم حاصل کیا۔ بیعت طریقہ اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ احمد سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ کے دست اقدس پر کی، اور انہی سے اجازت و خلافت بھی حاصل کی۔ مدینہ شریف کو ہجرت فرمائی اور وہیں ۱۲ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ کو وصال فرمایا۔ جنت البقیع

میں حضرت سیدنا عثمان غنی رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کے روضہ مبارک کے قریب دفن ہوئے۔

آپ کے ایک فرزند حافظ محمد رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (ولادت ۱۲۷۲ھ) تھے جو اپنے چچا شاہ عبدالغنی مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ سے بیعت تھے۔

4. حضرت شاہ عبدالرشید مجددی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

آپ حضرت شاہ صاحب کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ آپ کی ولادت ۲ جمادی الاخریٰ ۱۲۳۷ھ کو لکھنؤ میں ہوئی۔ بچپن ہی سے آثار رشد و ہدایت عیاں تھے۔ پانچ سال کی عمر میں اپنے جد امجد حضرت شاہ ابو سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ کی صحبت میں رہتے تھے اور ان کے ساتھ تہجد کی نماز بھی ادا کرتے تھے۔ دس سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید کیا اور بعد ازاں مروجہ علوم نقلیہ و عقلیہ مولانا حبیب اللہ ملتانی اور دیگر علماء کرام سے حاصل کئے۔ طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے تمام مقامات اپنے والد ماجد کی توجہات سے طے کئے اور اجازت و خلافت حاصل کی۔

آپ کا ارشاد بہت قوی اور وسیع تھا۔ والیٔ ریاست رام پور نواب کلب علی خان بھی آپ کا مرید تھا۔ واقعۂ غدر کے دوران اپنے والد ماجد اور تمام خاندان کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ آپ کے والد گرامی نے وفات سے پہلے آپ کو اپنا جانشین بنایا۔ بعد وصال والد ماجد کے آپ نے وہاں طریقۂ عالیہ مجددیہ نقشبندیہ کو بہت فروغ دیا اور دنیا کے اطراف و اکناف سے لوگ آکر آپ سے بیعت ہوئے۔ سینکڑوں افراد اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔

آپ کا وصال ظہر اور عصر کے درمیان منگل کے روز ۱۶ ذی الحجہ ۱۲۸۷ھ کو مکہ مکرمہ میں ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے چھوٹے بھائی شاہ محمد عمر قُدِّسَ سِرُّہٗ نے پڑھائی اور آپ کو روضہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

کے قریب دفن کیا گیا۔

آپ کے فرزند حضرت شاہ محمد معصوم مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ آپ کے روحانی وارث و جانشین بنے۔

5. حضرت شاہ محمد عمر مجددی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

حضرت شاہ صاحب کے منجھلے فرزند تھے۔ آپ کی ولادت شوال ۱۲۴۴ھ میں خانقاہ مظہریہ دہلی میں ہوئی۔ پانچ سال کی عمر تک اپنے جد امجد شاہ ابو سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ کو دیکھا۔ بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا اور دینی علوم مولانا حبیب اللہ ملتانی سے حاصل کیے اور حدیث شریف اپنے چچا شاہ عبدالغنی محدث سے پڑھی۔ اپنے والد ماجد سے اکثر علوم دینیہ و کتب تصوف پڑھیں اور انہی کے دست اقدس پر بیعت کی۔ طریقۂ عالیہ مجددیہ کے انتہائی مقامات طے کرکے اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ واقعہ غدر میں اپنے والد ماجد کے ساتھ حرمین شریفین کی طرف ہجرت کی اور ان کے انتقال تک مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔ بعد میں مکہ شریف میں مستقل رہائش اختیار فرمائی اور وہیں طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کی خانقاہ قائم کی جہاں سے ہزاروں طالبین و سالکین نے سلوکِ باطنی حاصل کیا۔ آپ کے کئی خلفاء ہوئے جن سے یہ مقدس طریقہ دور دراز کے علاقوں تک پہنچا۔ ملائشیا میں بھی آپ کے سلسلہ کے افراد موجود ہیں۔

اپنے فرزند کی شادی کے سلسلہ میں ہندوستان تشریف لائے اور رام پور میں قیام کیا۔ والی رام پور نواب کلب علی خان نہایت تعظیم تکریم سے پیش آئے۔ چند ہی ماہ بعد دو محرم الحرام ۱۲۹۸ھ کو سفر آخرت اختیار فرمایا۔ رام پور میں حافظ جمال اللہ نقشبندی مجددی کے روضہ کے ساتھ جانب قبلہ دفن ہوئے۔

آپ کے فرزند شاہ ابو الخیر عبداللہ مجددی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ تھے جو طریقت و شریعت میں صاحبِ کمال تھے۔ حضرت خواجہ عثمان دامانی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے زمانہ میں خانقاہ مظہریہ کی تولیت آپ کو دی گئی اور آج بھی آپ کی اولاد سے

صاحبِ کمال افراد اس خانقاہ شریف کی رونقیں بحال رکھے ہوئے ہیں۔
شاہ محمد عمر قُدِّسَ سِرُّہٗ فارسی اور اردو زبان میں شاعری بھی کرتے تھے۔ آپ کی ایک اردو غزل اس طرح ہے[11]

خود جاؤں گا میں نامہ رساں گر نہ ملے گا
بن جاؤں گا قاصد جو کبوتر نہ ملے گا

سفاکئ قاتل اگر ایسی ہی رہے گی
دنیا میں کسی کا بھی تن و سر نہ رہے گا

جس روز نکل آئے گا وہ پردہ سے باہر
ڈھونڈے سے بھی خورشید فلک پر نہ ملے گا

ہجراں میں غمِ وصل ہے وصلت میں غمِ ہجر
آرام کسی طرح سے دم بھر نہ ملے گا

رکھوں گا زمیں پر نہ کبھی اپنی جبیں میں
جب تک تری دہلیز کا پتھر نہ ملے گا

مر جائے گا جوں ماہیِ بے آب تڑپ کر
بسمل کو جو آبِ دمِ خنجر نہ ملے گا

مت چھوڑ عمرؒ ساتھ سعیدؒ ازلی کا
پھر ایسا جہاں میں کوئی رہبر نہ ملے گا

[11] انتخابِ معصوم

6. حضرت شاہ محمد مظہر مجددی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

حضرت مصنف کے چھوٹے فرزند تھے۔ آپ کی ولادت ۳ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۸ھ کو خانقاہ مظہریہ دہلی میں ہوئی۔ بچپن میں ہی قرآن مجید حفظ کیا اور علوم دینیہ کی تحصیل شروع کی۔ اوائلی کتب مولانا حبیب اللہ وغیرہ سے پڑھیں۔ فقہ و تفسیر و حدیث کی اکثر کتب اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ صحاح ستہ اپنے چچا شاہ عبدالغنی سے پڑھیں۔ طریقۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا سلوک اول تا آخر اپنے والد ماجد سے حاصل سیکھا اور اُنیس سال کی عمر میں اجازت و خلافت مطلقہ حاصل کی۔ اسی زمانہ میں آپ کو حج کا شوق ہوا اور والد گرامی سے اجازت لیکر حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ واپس آکر طالبین کی ظاہری و باطنی تربیت میں مشغول ہوئے۔ واقعہ غدر کے دوران اپنے والد اور اعزاء کے ساتھ حرمین شریفین کی طرف ہجرت کی۔ بعد از وصال والد مدینہ شریف ہی میں رہے اور وہاں پر ایک بڑی خانقاہ قائم کی جہاں پر ہزاروں افراد آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے اور کئی افراد نے اجازت و خلافت حاصل کی۔

آپ نے کئی نادر و نایاب کتابیں جمع فرمائیں جو آپ کے کتبخانہ میں موجود ہیں۔ اپنے والد ماجد کی سیرت و مقامات پر ایک کتاب "مناقب و مقامات احمدیہ سعیدیہ" تحریر فرمائی۔ مدینہ شریف کی محبت اور وہاں پر وفات پانے کی شدید خواہش کی وجہ سے آپ نے سالہا سال تک مدینہ منورہ سے باہر قدم تک نہ رکھا۔ یہاں تک کہ آپ کی دلی تمنا پوری ہوئی اور اس مقدس شہر مدینہ میں آپ نے ۱۱ محرم الحرام ۱۳۰۱ھ کو وصال فرمایا اور جنت البقیع میں سیدنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے روضہ شریف کے متصل اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

7. حضرت مولانا ولی النبی مجددی رامپوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

ان کا سلسلۂ نسب بواسطہ خواجہ محمد سعید، حضرت امامِ ربانی مجدد الفِ ثانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا سے ملتا ہے۔ حافظِ قرآن و عالمِ معقول و منقول تھے۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کی اور چند سالوں میں سلوک مکمل کرلیا۔ حضرت نے اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ کچھ دینی کتابیں بھی حضرت سے پڑھیں۔ حضرت فرماتے تھے کہ اسم بمسمیٰ ہیں۔ حضرت مولانا رحیم بخش رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کے وصال کے بعد خانقاہ مظہریہ شریف کی تولیت آپ کے سپرد ہوئی۔

8. حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین مجددی رامپوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ
جید عالمِ دین اور مفتی تھے اور حضرت کے جلیل القدر خلفاء سے تھے۔ سلسلۂ نسب بواسطہ شیخ محمد یحییٰ حضرت مجدد الفِ ثانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا سے ملتا ہے۔ ولادت ۱۴ صفر ۱۲۴۸ھ کو رام پور میں ہوئی۔ حضرت سے سلوک تمام کرکے اجازت و خلافت حاصل کی۔ حضرت کی آپ پر بہت زیادہ عنایت تھی اور آپ کی خوش استعدادی کی نہایت مدح فرمایا کرتے۔ آپ کے حال پر اس قدر عنایت اور نظر رکھتے تھے کہ صاحبزادگان کو بھی آپ پر رشک آتا تھا۔ بہت اچھے واعظ اور مفتی تھے۔ آپ کے فتاویٰ دو جلدوں میں طبع ہوچکے ہیں۔

آپ نہایت متشدد حنفی تھے اور فرقۂ وہابیہ کے رد میں سعیٔ بلیغ فرمائی۔ مولوی نذیر احمد دہلوی کی کتاب "معیارِ حق" کے رد میں آپ نے "انتصار الحق" کتاب لکھی جس میں تقلید کا وجوب ثابت کیا۔ اہلِ سنت کے علماء کی کئی کتابوں پر آپ کی تقاریظ موجود ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کی کچھ کتابوں پر بھی آپ نے تقریظ لکھی۔ "انوارِ ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ" مصنف مولانا عبدالسمیع انصاری رام پوری پر بھی آپ نے تقریظ لکھی۔

والیٔ ریاست رام پور نواب کلب علی خان کو آپ سے گہرہ تعلق تھا۔ آپ نے

۱۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۱ھ کو وصال فرمایا۔ آپ کے کئی خلفاء بھی تھے۔ آپ کے سلسلہ کے لوگ آج بھی بنگلادیش وغیرہ میں موجود ہیں۔ آپ کی سوانح سید شاہد علی رضوی رام پوری نے لکھی ہے جو ۱۹۸۹ میں رام پور سے شایع ہوئی۔

9. حضرت نواب مصطفیٰ خان دہلوی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

جہانگیر آباد کے رئیس تھے۔ حضرت کے ممتاز خلفاء سے تھے۔ اخلاقِ حمیدہ و صفاتِ جمیلہ سے موصوف تھے۔ باوجود دنیاوی اشغال کے، نسبتِ باطن خوب حاصل کی۔ ظاہری علم بھی حضرت مولانا کرم اللہ محدث، خلیفہ شاہ غلام علی دہلوی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا سے حاصل کیا۔ فارسی اور اردو میں شاعری کرتے تھے اور حسرتی تخلص تھا۔ صاحبِ دیوان شاعر تھے۔

10. حضرت احمد جان دہلوی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

حضرت سے بیعت کی اور طریقہ مجددیہ کا سلوک حاصل کیا۔ اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ صاحبِ اخلاقِ حمیدہ تھے۔

11. حضرت شاہ عبدالوحید مجددی تاشقرغندی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

بڑے خلفائے کرام میں سے تھے۔ سلسلہ نسب بواسطہ خواجہ محمد معصوم حضرت مجدد الفِ ثانی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا تک پہنچتا ہے۔ طلبِ خدا میں وطن سے نکل کر سفر اختیار کیا اور حضرت کی خدمت میں پہنچ کر بیعت کی۔ نسبتِ طریقہ شریفہ حاصل کرکے حرمین شریفین گئے اور شرفِ حج و زیارتِ مدینہ سے مشرف ہوکر وطن واپس آئے۔ اجازت و خلافت حاصل کی اور طالبین کی ہدایت میں مشغول ہوگئے۔

12. حضرت شیخ خورشید احمد مجددی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

ان کا سلسلہ نسب بواسطہ خواجہ محمد یحییٰ حضرت مجدد الفِ ثانی رَحْمَةُ اللّٰہِ

عَلَیْہِ تک پہنچتا ہے۔ پہلے حضرت شاہ رؤوف احمد مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ سے بیعت کی۔ بعد میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صحبت شریف میں رہ کر اجازتِ طریقہ حاصل کی۔ شعر گوئی بھی کرتے تھے اور فارسی و اردو میں اشعار کہتے تھے۔ اپنی شاعری کی اصلاح مرزا غالب اور مومن خان سے کراتے تھے۔ واقعۂ غدر کے بعد بمع اہل و عیال ہجرت کرکے کابل میں سکونت اختیار کی۔ امیرِ کابل بہت عزت کرتا تھا۔ آخر عمر میں تنہا حرمین شریفین کی طرف ہجرت کی اور مکہ معظمہ میں انتقال کیا۔

13. حضرت مولانا حبیب اللہ ملتانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

جید عالم دین تھے اور صاحبزادگان کے استاد بھی تھے، اسی لئے ان کی بہت قدر و منزلت تھی۔ حضرت شاہ عبدالغنی و حضرت شاہ عبدالمغنی کے بھی استاد تھے۔ پہلے حضرت شاہ ابو سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ کے مرید تھے، اور سفر حرمین میں بھی ان کے ساتھ تھے۔ بعد میں حضرت شاہ احمد سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ سے جمیع مقاماتِ سلوک آخر تک طے کیے اور خلافت حاصل کی۔ اکثر علوم میں ملکہ حاصل تھا۔

14. حضرت مولانا حسین علی باجوڑی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

ان کا شمار حضرت کے جلیل القدر خلفاء میں ہوتا ہے۔ پہلے حضرت شاہ ابو سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت ہوئے اور چند روز صحبت میں رہ کر وطن واپس چلے گئے۔ بعد میں حضرت شاہ احمد سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تیرہ سال خدمت میں حاضر رہ کر توجہات و عنایات حاصل کیں۔ سلوک کے تمام مقامات طے کئے۔ حضرت کی ان پر خاص عنایت تھی۔ یہ بھی حضرت کی محبت اور فرزندگان کی خدمت میں غلام کی طرح رہتے تھے۔ خلافتِ مطلقہ حاصل کی اور چند سالوں تک ہندوستان میں طالبوں کی تربیت فرماتے رہے۔ بعد ازاں حضرت سے اجازت لے کر حرمین

شریفین چلے گئے اور مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی۔ وہاں پر ہدایتِ طالبین میں مشغول تھے۔ جب حضرت ہجرت کر کے وہاں پہنچے تو یہ بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان کے وصال کے بعد فرزندِ اکبر شاہ عبدالرشید مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ سے بھی توجہات لیتے رہے۔ مدینہ منورہ ہی میں انتقال کیا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

15. حضرت مولانا قربان بخاری رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
حضرت کے پرانے اصحاب سے تھے۔ چند سال خدمت اقدس میں رہ کر سلوکِ طریقت مکمل کیا اور اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت فرماتے تھے کہ صاحبِ نسبت قویہ اور صاحبِ کشفِ مقامات تھے۔

16. حضرت مولانا یوسف ارگنجی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
پرانے خلفاء سے تھے۔ چند سال صحبت مبارکہ میں رہ کر سلوک باطن مکمل حاصل کیا اور خلافت حاصل کی۔

17. حضرت مولانا حاجی عبدالکریم کولابی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
پرانے خلفاء سے تھے۔ صحبت شریف میں رہ کر سلوکِ باطنی حاصل کیا اور خلافت پائی۔

18. حضرت مولانا حسام الدین باجوڑی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
عمدہ خلفاء سے تھے۔ چند سال صحبت شریف میں رہ کر نسبتِ باطن حاصل کی اور اجازت و خلافت سے معزز ہوئے۔

19. حضرت مولانا تاج محمد قندھاری رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
اکمل خلفاء سے تھے۔ جید عالم اور جامع علوم معقول و منقول تھے۔ ساتھ ہی کثیر الذکر اور متقی و متواضع تھے۔ چند سال صحبت میں رہ کر سلوک مکمل کیا اور اجازت و خلافت سے بہرہ ور ہوئے۔ ایک بار حج پر گئے اور زیارت حرمین

شریفین سے مشرف ہوکر واپس آئے۔ دوبارہ حج کے ارادہ سے نکلے اور راستہ میں انتقال کیا۔

20. حضرت مولانا سفر دروازی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
پرانے خلفاء سے تھے۔ پہلے حضرت شاہ ابو سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہی کے ساتھ حج کے سفر پر بھی گئے۔ ان کے وصال کے بعد حضرت شاہ احمد سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صحبت میں رہ کر سلوک تمام کیا اور اجازت حاصل کی۔

21. حضرت مولانا پیر محمد قندھاری رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
جلیل القدر خلفائے کرام میں سے تھے۔ حضرت انکی بہت تعریف فرماتے تھے کہ صدقِ طلب اور ارادۂ صادقہ جیسے ان میں تھا کم کسی میں ہو گا۔ کثیر العبادت تھے۔ دن میں روزہ رکھتے اور راتوں میں قیام کرتے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں سلوک تمام کیا اور خلافت سے مشرف ہوئے۔

22. حضرت مولانا محمد یوسف کولابی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
اول حضرت مرزا عبدالغفور خورجوی قُدِّسَ سِرُّہٗ سے استفادہ کیا۔ بعد میں حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر سلوک کو انجام تک پہنچایا اور اجازت و خلافت سے معزز ہوئے۔

23. حضرت مولانا محمد شریف کولابی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
چند سال رہ کر مقاماتِ سلوک طے کئے اور اجازت و خلافت سے سربلند ہوئے۔

24. حضرت مولانا نور محمد کولابی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
عمدہ خلفاء سے تھے۔ کئی سال خدمت عالیہ میں رہ کر توجہات حاصل کیں اور سلوک مکمل کیا۔ اجازت و خلافت سے مشرف ہوکر وطن واپس گئے، جہاں

ان کے استاد جو قادری سلسلہ کے مشائخ سے تھے، وہ بھی اِن کے کمالات کے معترف ہوئے اور اپنے تمام مریدوں کو اِن سے بیعت کرایا۔ فرمایا کہ اِن کا مقام عرش پر ہے اور میرا فرش پر۔

25. حضرت مولانا اسکندر بخاری رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
عمدہ خلفاء سے تھے۔ دہلی میں بیعت ہوئے اور دس بارہ سالوں تک خدمت میں رہ کر اذکار و مراقبات میں مشغول رہے۔ سلوکِ باطن آخر مقامات تک طے کیا اور خلافت کا اعزاز پایا۔ بعد ازاں حضرت کے فرزند اکبر شاہ عبدالرشید مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ سے بھی استفادہ کیا۔ حضرت کی معیت میں حرمین شریفین گئے، مدینہ منورہ میں انتقال کیا اور جنت البقیع میں حضرت کے مرقد مبارک کے قریب دفن ہوئے۔

26. حضرت مولانا فیض احمد غزنوی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
حضرت شاہ گل محمد قُدِّسَ سِرُّہٗ کے فرزند تھے جو کہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے خلیفہ تھے۔ حضرت کے اجل خلفاء کرام سے تھے۔ تمام مقاماتِ سلوک طے کرکے اجازت و خلافت سے معزز ہوئے اور وطن جاکر طالبوں کی تربیت میں مشغول ہوئے۔ عالمِ جوانی میں ہی انتقال فرمایا۔

27. حضرت مولانا شرف الدین غزنوی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
اکمل خلفاء کرام سے ہیں۔ بارہ برس تک خدمت عالیہ میں رہے اور سلوک مجددیہ آخری مقامات تک مکمل کیا۔ اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت کے ساتھ ہی حرمین شریفین کی طرف ہجرت کی۔ حضرت کے صاحبزادہ اکبر شاہ عبدالرشید مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ سے بھی استفادہ کیا۔ طائف میں انتقال فرمایا اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا کے روضہ کے قریب دفن ہوئے۔

28. حضرت مولانا فیض احمد قندھاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ
عمدہ خلفاء کرام میں سے تھے۔ کئی سال خدمت شریف میں رہ کر نسبت خاندان مجددیہ حاصل کی۔ حضرت نے خلافت عطا کی اور کلاہ و عمامہ بھی عطا فرمایا۔

29. حضرت مولانا محمد جان قندھاری عرف ولایتی شاہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ
جلیل القدر خلفاء کرام میں سے تھے۔ کئی سالوں تک خدمت میں حاضر رہ کر سلوک مکمل کیا اور اجازت و خلافت سے معزز ہوئے۔ انتہائی زاہد و عابد اور ذاکر و شاکر تھے۔ حضرت نے ان کو قطب ہونے کی بشارت دی۔ بعد از اجازت بنارس چلے گئے اور وہاں کئی طالبین کو مستفید کیا۔ وہاں کے لوگ بلکہ کئی اور شہروں کے لوگ ان کے معتقد تھے۔ حضرت کی بشارت کے مطابق اس علاقہ کے قطب تھے۔

30. حضرت مولانا ظہیر الدین باجوڑی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ
خدا رسیدہ خلفاء کرام میں سے تھے۔ کئی بار خدمت عالیہ میں حاضر ہوکر استفادہ کرتے رہے۔ انتہائی تارک الدنیا اور متوکل تھے، اور تمام اسبابِ دنیا سے قطع تعلق کرلیا تھا۔ صرف ضروری لباس رکھتے تھے۔ ہر وقت مشاہدۂ حق میں مشغول ہوتے اور دنیا ومافیہا سے بے خبر رہتے۔ حضرت نے کمال عنایت سے فرمایا کہ ملّا تم کو اجازت ہے، تعلیم و توجہ طالبین کو کیا کرو۔ عرض کیا حضرت بندہ مثل گاوخر ہے۔ عجیب و غریب حالات و کیفیات سے موصوف تھے۔

31. حضرت مولانا جواس رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ
عمدہ خلفاء سے تھے۔ چند کتبِ حدیث و تصوف حضرت سے پڑھیں۔ صاحبِ علم و عرفان تھے۔ نسبتِ باطن حاصل کرکے اجازت و خلافت سے معزز ہوئے۔ شہر مراد آباد میں کئی سالوں تک مقیم رہے۔

32. حضرت مولانا محمد کبیر قندھاری شہید رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ
خدا رسیدہ خلفاء میں سے تھے۔ کچھ عرصہ خدمت اقدس میں حاضر رہ کر اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ صاحبِ ذوق و شوق اور وجد و حال تھے۔ کثرتِ اشغال و اذکار و مراقبات کے آثار ان کے چہرہ پر ظاہر و واضح تھے۔ واقعۂ غدر کے دوران دہلی میں شہادت پائی۔

33. حضرت میر عبداللہ پشاوری رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ
عمدہ خلفاء کرام میں سے تھے۔ کئی سالوں تک حاضر خدمت رہ کر باطنی استفادہ کیا اور نسبتِ باطن حاصل کی۔ اجازت و خلافت سے بہرہ ور ہوئے۔ حضرت کے وصال کے بعد ان کے فرزند اکبر شاہ عبدالرشید مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ سے بھی استفادہ کرتے رہے۔ چند سال بھوپال میں رہے، بعد ازاں پھر حرمین شریفین چلے آئے اور مدینہ منور میں انتقال کیا۔ حضرت کی مرقد مبارک کے قریب ہی جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

34. حضرت حاجی میر مظہر کابلی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ
عمدہ خلفاء سے تھے۔ پہلے مکہ معظمہ میں حضرت مولانا محمد جان قُدِّسَ سِرُّہٗ خلیفہ شاہ غلام علی دہلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمت میں تین سال تک استفادہ کیا۔ آخر خدمت عالی میں حاضر ہوکر چند سال مستفید ہوئے اور خلافت حاصل کی۔ وطن واپس جاکر طالبین کی تربیت میں مشغول ہوئے۔

35. حضرت مولانا سید بشیر علی امروہی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ
حضرت کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ چند سال خدمت شریف میں حاضر رہے۔ حضرت کی ان پر کمال عنایت تھی اور یہ بھی حضرت کی محبت میں فنا تھے۔ باطنی نسبت حاصل کرکے خلافت سے مشرف ہوئے۔

36. حضرت مولانا سید عبدالسلام واسطی ہسوی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

شاہ صاحب کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے اور جید عالمِ دین تھے۔ سن ولادت ۱۲۳۴ھ اور سن وفات ۱۲۹۹ھ ہے۔ سلوکِ مجددی مکمل کرکے خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت کی ان پر کمال مہربانی تھی۔ اکثر ان کو ''ہمارے مولوی صاحب'' کہہ کر مخاطب فرماتے تھے۔

37. حضرت شاہ عبدالحکیم پنجابی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

اجل خلفاء میں سے تھے۔ کئی سالوں تک حضرت کی خدمت میں حاضر رہے اور توجہات حاصل کیں۔ جمیع مقامات مجددیہ طے کئے اور خاندان عالیشان مجددیہ کی خلافت سے مشرف ہوئے۔ ان کے فرزند مولانا محمد غوث بھی حضرت کے مرید و خلیفہ تھے۔ دونوں نے پیادہ پا حرمین شریفین کا سفر بھی کیا۔

38. حضرت مولانا محمد غوث رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

حضرت شاہ عبدالحکیم پنجابی مذکور کے فرزند تھے۔ عالمِ دین اور عارفِ ربانی تھے۔ اپنے والد کے ساتھ سالہا سال تک حضرت کی خدمت میں مصروف رہے۔ مثنوی مولانا روم حضرت سے پڑھتے تھے اور دورانِ درس رقّت و بُکا کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ رقیق القلب اور صاحبِ تقویٰ و توکل تھے۔ اپنے والد کے ساتھ پیادہ پا حرمین شریفین کی زیارت کے لیے گئے۔ تمام مقامات مجددیہ میں توجہات حاصل کیں اور خلافت سے بہرہ یاب ہوکر وطن کو رخصت ہوئے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے خزینۃ الاصفیاء میں ان کا وطن سیدوالہ (ضلع ننکانہ صاحب، پاکستان) لکھا ہے۔

39. حضرت مولانا محمد سالم قندھاری رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

عالم و فاضل و فقیہ تھے۔ خدا طلبی کی خاطر حاضر خدمت ہوئے اور سلوک نقشبندیہ مجددیہ حاصل کیا۔ خلافت حاصل کرکے اپنے وطن لوٹ گئے جہاں طالبوں کی تربیت میں مشغول ہوگئے۔

40. حضرت مولانا عبداللطیف قندھاری رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

مولانا سالم قندھاری مذکور کے بھائی تھے۔ ان کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے اور نسبت مجددیہ حاصل کرکے خلافت سے بہرہ مند ہوئے۔ وطن واپس جاکر طالبوں کی تربیت میں مشغول ہوگئے۔

41. حضرت مولانا چندن خان رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

خدا رسیدہ اصحاب میں سے تھے۔ چند سال خدمت عالیہ میں حاضر رہ کر کسب سلوک کیا اور اجازت و خلافت حاصل کی۔

42. حضرت مولانا محمد نواب رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

جامع علوم معقول و منقول تھے۔ صفائے ذہن اور قوتِ فہم سے موصوف تھے۔ مولانا فضل حق خیر آبادی سے تحصیل علم کیا۔ دو تین سال تک حضرت کی صحبت شریف میں رہ کر استفادہ کیا اور اجازتِ طریقہ حاصل کی۔ حضرت کی ان پر کمال عنایت تھی۔ صحیح بخاری شریف بھی حضرت سے پڑھی۔ باہل و عیال حرمین شریفین کی طرف ہجرت کی اور وہاں طب کا کام کرتے تھے۔

43. حضرت شیخ ابوبکر رومی دیار بکری شافعی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

برگزیدہ خلفاء سے ہیں۔ خانقاہ شریف دہلی میں شرفِ بیعت حاصل کیا۔ طریقہ عالیہ مجددیہ کا سلوک مکمل کیا اور خلافت سے سرفراز ہوئے اور وطن واپس چلے گئے۔ جب حضرت شاہ احمد سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ مدینہ طیبہ پہنچے تو وہاں بھی خدمت میں حاضر ہوئے اور استفادہ کیا۔ بعد از وصال آپ کے فرزند ارجمند شاہ عبدالرشید مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ سے استفادہ کرتے رہے۔ مدینہ منورہ ہی میں انتقال کیا۔

44. حضرت شیخ محسن بصری حنبلی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

حضرت کا شہرۂ کمال سن کر تحصیل طریقت کے لئے دہلی میں حاضر خدمت

ہوئے۔ تین سال تک صحبت میں رہ کر استفادہ کیا اور اجازتِ طریقہ حاصل کرکے وطن واپس چلے گئے۔

45. حضرت مولانا غلام محمد غزنوی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
جید عالم اور جامع علوم معقول و منقول تھے۔ کثیر الاذکار و الاشغال تھے، یہاں تک کہ ایک سانس میں گیارہ سو بار نفی اثبات کا ذکر کرلیتے تھے۔ صحبت شریف میں رہ کر سلوک مکمل کیا، خلافت حاصل کی اور وطن کو رخصت ہوگئے۔

46. حضرت حاجی گل محمد رومی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
پہلے حضرت کے بعض خلفاء سے استفادہ کیا۔ چونکہ تسکین نہ ہوئی اس لئے حضرت کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے اور سلوک نقشبندیہ مجددیہ مکمل کرکے اجازت و خلافت حاصل کی۔ چند سالوں تک ٹونک شہر میں ترویج طریقہ میں مشغول رہے اور پھر حرمین شریفین کی زیارت کو گئے اور وہیں انتقال کیا۔

47. حضرت مولانا شیخ سید محمود حسینی افندی مکی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
برگزیدہ خلفاء میں سے ہیں۔ ۱۲۳۳ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت سے پہلے روم (یعنی ترکی) کے کسی نقشبندی شیخ سے بیعت تھے۔ جب حضرت شاہ احمد سعید قُدِّسَ سِرُّهٗ حرم مکہ میں داخل ہوئے، کمال عقیدت و محبت کے ساتھ دستِ مبارک پر بیعت کرکے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں صحبت شریف میں حاضر رہے۔ حضرت کی ان پر کمال عنایت و شفقت تھی۔ جب حضرت نے مدینہ منورہ کا قصد کیا، شتربان نے ان کے ہی سامان پر اعتراض کیا کہ یہ زیادہ ہے اور باربرداری اور کرایہ سے انحراف کیا۔ حضرت نہایت آزردہ ہوئے اور اس وقت ارادۂ سفر ملتوی کردیا۔ چنانچہ وہ شتربان اولیائے کاملین سے عہد شکنی کے باعث راہ میں ہی قتل ہوگیا۔
انھوں نے حضرت سے معبودیتِ صرفہ تک سلوک مکمل کیا اور خلافت حاصل

کی۔ بعد از وصال حضرت کے فرزند اکبر حضرت شاہ عبدالرشید مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ سے باقی مقامات کی توجہات حاصل کیں۔ صاحبِ علم و عمل اور تہذیبِ اخلاق سے متصف تھے۔ سلطانِ روم [12] کی جانب سے مکہ مکرمہ کے کتب خانہ کی محافظت کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ جمعرات آخر محرام الحرام ۱۳۰۴ھ کو طائف میں وفات پائی۔ چند رسائل بھی تصنیف کئے جن میں سے تصوف کے موضوع پر "نجات الطالبین" بھی ہے۔

48. حضرت مولانا محمد شاہ لکھنوی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

حج و زیارت حرمین کی نیت سے حرمین شریفین میں آئے، اور حضرت کا شہرہ سن کر حاضر خدمت ہوئے اور کمال عقیدت کے ساتھ بیعت کا شرف حاصل کیا۔ دو سال تک خدمت میں حاضر رہے، باطنی سلوک مکمل کیا اور خاندان مجددیہ میں خلافت حاصل کی۔ حضرت نے بوقتِ رخصت افسوس کے ساتھ فرمایا کہ میرے بازو ہیں جو مجھ سے جدا ہوتے ہیں۔ اس سے زیادہ فضیلت اور کیا ہوگی۔ کامل اخلاق و اوصاف کے حامل تھے۔ جو بھی ایک بار ملاقات کرتا تمام عمر ثناخوان رہتا۔ شاہ محمد معصوم مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ ان کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "جامع فضائل، حاوی علوم حلم و حیا و مروت و سخا، تہذیب اخلاق، موافقت احباب، حُسن عقیدت، تواضع و مسکنت، بُردباری و فراست، فرزانگی و دانشمندی و قدردانی و مہمان نوازی میں یکتائے روزگار و فرید العصر تھے، بنظر فقیر کوئی شخص اوصاف مذکورہ میں ہمارے مولوی صاحب سا نہیں گذرا"۔[13]

49. حضرت سید قمر الدین احمد لکھنوی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

یہ بھی مولانا محمد شاہ لکھنوی کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے اور بیعت کی۔ دو

[12] غالبًا سلطان عبدالعزیز اول (وفات ۱۸۷۶ء) مراد ہے۔

[13] ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین

سال تک صحبت شریف میں رہے اور توجہات و ترقیات حاصل کیں۔ حضرت نے خلافت عطا فرمائی اور بوقت رخصت فرمایا کہ میرے بازو ہیں جو مجھ سے جدا ہوتے ہیں۔

50. حضرت مولانا ابو الحسن لکھنوی مہاجر مکی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ
حضرت شاہ احمد سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ کی بیعت سے پہلے شیخ یحییٰ خالدی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ سے طریقۂ عالیہ نقشبندیہ میں اجازت حاصل کی۔ بعد میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر توجہات حاصل کیں اور خلافت پائی۔ مکہ مکرمہ میں وصال فرمایا۔ ان کے والد حافظ ایوب رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ حضرت شاہ درگاہی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کے خلیفہ تھے۔

51. حضرت مولانا محمد مراد جلال آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ
خانقاہ دہلی میں بیعت سے مشرف ہوئے اور کئی سال توجہات سے بہرہ مند ہوتے رہے۔ حرمین شریفین میں بھی خدمت کے لئے مخصوص تھے۔ حضرت کے وقتِ وصال تک صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے اور کمالاتِ نبوت تک سلوک طے کرلیا۔ بعد میں حضرت کے فرزندوں سے توجہات لے کر ترقیاں حاصل کیں۔ علمِ حدیث میں حضرت شاہ محمد معصوم مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے ہمسبق تھے۔ حضرت شاہ احمد سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ان کی نسبت بشارت عطا فرمائی کہ محمد مراد از مرادان است۔ حرمین شریفین سے واپس آکر بھوپال میں مقیم ہوگئے۔

52. حضرت رحیم الدین دہلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ
ایام جوانی میں ہی شرفِ بیعت حاصل کیا اور حضرت کے انتقال تک خدمت انجام دیتے رہے اور موردِ الطاف و عنایات ہوئے۔ حرمین شریفین کی طرف ہجرت میں بھی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت شاہ احمد سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ کے فرزندوں بلکہ پوتوں سے بھی محبت کرتے تھے۔ شاہ ابو الخیر قُدِّسَ سِرُّہٗ جب

چھوٹے تھے تو ان کو اکثر اوقات اپنے پاس رکھتے اور پرورش میں مصروف رہتے۔ ذاکر و شاغل تھے اور اکثر اوقات اوراد و وظائف اور عبادات میں مشغول رہتے۔ خانقاہ شریف اور حضرت کی اولاد کی خدمت کے باعث بعد از وصال بھی حضرت شاہ احمد سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ کی ان پر خصوصی عنایات تھیں۔

53. حضرت شیخ حسن افندی رومی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

صاحبِ استعداد اور ذوق و شوق کے حامل تھے۔ مدینہ طیبہ میں خدمت شریف میں حاضر ہوکر بیعت سے مشرف ہوئے اور خلافت حاصل کی۔

54. حضرت حاجی علی رضا افندی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

مدینہ منورہ میں دستِ مبارک پر بیعت کی اور درجۂ اجازت پایا۔ حضرت کے انتقال کے بعد ان کے فرزند اکبر شاہ عبدالرشید قُدِّسَ سِرُّہٗ سے توجہات لیں۔

55. حضرت سید ابراہیم کردی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

صاحبِ حالات و واردات، کثیر الذوق و الشوق تھے۔ حضرت کی ان پر کمال عنایت تھی۔ مدینہ منورہ میں طریقہ عالیہ میں داخل ہوئے اور اجازتِ طریقہ کی عنایت حاصل کی۔

56. حضرت مولانا حافظ رضا علی بن شیخ سخاوت علی فاروقی بنارسی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

عالم و فاضل، حافظ و قاری، متقی و صالح تھے۔ ولادت ۱۶ صفر ۱۲۴۰ھ کو بنارس کے قریب ہوئی۔ مدینہ منورہ میں حضرت شاہ احمد سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوکر بیعت سے مشرف ہوئے۔ کچھ عرصہ صحبت شریف میں رہے اور اجازتِ طریقہ حاصل کی۔ تراویح میں حضرت کی امامت سے بھی مشرف ہوئے۔ تیراکی اور پہلوانی کے فن کے بھی ماہر تھے۔ اتوار ۲۱ شعبان ۱۳۱۳ھ کو بنارس میں وفات پائی۔

57. حضرت مولانا رحمت اللہ بخاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

مدینہ منورہ میں بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت کی خدمت میں بدل و جان غلام کی طرح حاضر رہتے تھے۔ حضرت کے فرزند اکبر شاہ عبدالرشید قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمت میں بھی مستعد رہتے تھے۔ غالبًا فنائے قلبی سے مشرف ہوکر اپنے وطن کو رخصت ہوئے۔

58. حضرت حاجی احمد افندی ازمیری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ
مدینہ منورہ میں بیعت سے مشرف ہوئے۔ خاص بیعت کی نیت سے وہاں حاضر ہوئے تھے۔ فیضیاب ہوکر رخصت ہوئے۔

59. حضرت منشی رضا علی حیدرآبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ
خطِ نستعلیق کے ماہر و استاد تھے۔ خانقاہ دہلی میں حاضر خدمت ہوئے اور کئی سال تک باطنی استفادہ کیا۔ اجازتِ طریقہ سے مشرف ہوئے۔ حضرت کے انتقال کے بعد دو مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت حاصل کی اور وہاں حضرت شاہ عبدالرشید قُدِّسَ سِرُّہٗ کی توجہات حاصل کیں۔ واپس آکر بھوپال میں مقیم ہوگئے۔

60. حضرت مولانا محمد حسین حیدرآبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ
دہلی میں حاضر خدمت ہوکر حضرت کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔ کافی عرصہ آپ کی صحبت شریف میں رہ کر باطنی استفادہ کیا اور اجازت سے مشرف ہوئے۔ دہلی ہی میں مقیم ہوگئے۔

61. حضرت مولانا عبدالرحیم چینی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ
حاضرِ خدمت ہوکر استفادہ کیا اور خلافت حاصل کی۔ ملیبار کے علاقہ میں مصروفِ ہدایت ہوگئے۔

62. حضرت آخون حمزہ باجوڑی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ
حضرت مولانا حسین علی باجوڑی کے بھانجے تھے۔ کئی سال صحبت شریف سے

مستفید ہوئے۔

63. حضرت مولانا عبدالقدوس کشمیری رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ صاحبِ حالات خلیفہ تھے۔

64. حضرت مولانا بادشاہ میر رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ بہت خوش استعداد تھے۔

65. حضرت مولانا یونس یارکندی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ نے سلوک مکمل کیا۔

66. حضرت سید عثمان نسفی قریشی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ نے ولایتِ صغریٰ تک مقامات طے کیے۔

67. حضرت مولانا حسن غزنوی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اجازت یافتہ ہوئے۔

68. حضرت مولانا نادر رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ چند سالوں تک فیضیاب ہوئے۔

69. حضرت مولانا سالار رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کثیر الاشغال اور کثیر الاذکار تھے۔

70. حضرت مولانا نذر محمد خوقندی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وارداتِ عجیبہ کے حامل تھے۔

71. حضرت مولانا عبدالحکیم چرخی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ صاحبِ ذوق و شوق تھے۔

72. حضرت شیخ احمد بخش کردی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ بہت رقیق القلب اور کشفِ قبور و کشفِ ارواح کے حامل تھے۔

اولیائے نقشبندیہ اور فرقۂ وہابیہ

حضرت شاہ غلام علی دہلوی مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ

حضرت شاہ احمد سعید صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ کے علاوہ دیگر کئی اولیائے کرام و علمائے عظام نے اس نوپیدا باطل فرقہ کا رد فرمایا۔ یہاں پر ایسے چند اولیائے عظام کا تذکرہ کرنا ضروری ہے جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں سرفہرست تو حضرت شاہ غلام علی دہلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ ہیں جو حضرت شاہ احمد سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ کے شیخِ طریقت تھے اور اس زمانہ کے غوث و قطب بلکہ مجدد بھی تھے۔ مولوی اسماعیل دہلوی کے بارے میں ان کا قول صاف ظاہر کرتا ہے کہ آپ اس کو اور اس کی تعلیمات کو گمراہ کن تصور کرتے تھے بلکہ ہندوستان میں جتنی بھی گمراہی فرقۂ وہابیہ نے پیدا کی، اس کا ذمہ دار اسی مولوی اسماعیل کو ہی سمجھتے تھے۔ آپ کے الفاظ مبارک اس طرح ہیں:

> ”جس قدر بے دینی اور بداعتقادی اور فسادِ دینِ محمدی ہندوستان میں ہوا، مولوی اسماعیل کی ذات سے ہوا۔“

حضرت شاہ ابو سعید مجددی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

حضرت شاہ احمد سعیدؒ کے والد مکرم حضرت قطب الاقطاب شاہ ابو سعید مجددی دہلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ جو حضرت شاہ غلام علی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے خلیفۂ اعظم اور مسند نشین تھے، جب انہوں نے اپنے جید خلیفہ مولانا محمد شریف کو خلافت عطا کی تو ساتھ ہی آپ کو

چار باتوں کی وصیت فرمائی۔ ان میں سب سے پہلی وصیت یہ تھی کہ "مذہبِ حنفیہ کی کتابوں پر عمل کرنا"۔[14] اس وصیت سے مراد یہ نہ تھی کہ شافعی، مالکی یا حنبلی مذہب پر عمل نہ کرنا، کیونکہ یہ مذاہب پہلے تو ہندوستان میں رائج ہی نہ تھے، دیگر یہ کہ اہلِ سنت والجماعت کے مطابق چاروں مذاہب حق ہیں لہٰذا کسی ایک کو مخصوص کرنا اور باقیوں سے منع کرنا اہلِ سنت کے عقائد کے خلاف ہے۔ خاندان مجددیہ کے مشائخ نے کبھی بھی شافعی علماء کو حنفی مذہب پر عمل کرنے کا حکم نہیں دیا، بلکہ کئی نقشبندی مشائخ شافعی مذہب پر تھے، جن میں حضرت مولانا خالد بغدادی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ بھی شامل ہیں۔ معلوم ہوا کہ اس وصیت سے آپ کی مراد مولانا محمد شریفؒ کو نوپیدا فرقۂ وہابیہ اور غیر مقلدین کے مذہب سے متنبہ کرنا تھا۔

حضرت شاہ احمد سعید مجددی

آپ کے فرزند اصغر حضرت شاہ محمد مظہر مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اپنی تصنیف "مقاماتِ احمدیہ" میں لکھا ہے: و لم یذکر احد بالسوء الا الفرقة الضالة الوهابية تحذير الناس من قباحة افعالم و اقوالهم۔

ترجمہ: آپ (حضرت شاہ احمد سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ) کی کی برائی نہیں کرتے تھے سوائے وہابیہ کے گمراہ فرقہ کے، تاکہ لوگوں کو ان کے افعال و اقوال کی قباحت سے ڈرائیں۔

اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ:

(ترجمہ) حضرت (شاہ احمد سعید) قُدِّسَ سِرُّہٗ فرمایا کرتے تھے کہ وہابیوں کی صحبت کا معمولی نقصان یہ ہے کہ نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی محبت جو ایمان کے بڑے ارکان میں سے ہے لحظہ بہ لحظہ کم ہوتی جاتی ہے،

---

[14] تذکرہ مشائخ نقشبندیہ

یہاں تک کہ نام و نشان کے علاوہ کچھ بھی نہیں رہ جاتا۔ جب معمولی ضرر کا یہ حال ہے تو بڑے نقصان کا کیا عالم ہو گا۔ لہٰذا ان کی صحبت سے بچو ضرور بچو بلکہ ان کی صورت تک دیکھنے سے ضرور بالضرور اجتناب کرو۔

آپ کے پوتے حضرت شاہ محمد معصوم مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ اپنی تصنیف "ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین" (اردو) میں رقطراز ہیں: [15]

"تا وقتیکہ آپ دہلی میں تشریف رکھتے تھے، فرقۂ وہابیہ کو مجال دم زدن نہ تھا۔ اس فرقہ کا رد بکمالِ شدومد بزبان و بتحریر فرماتے۔"

حضرت شاہ صاحب کے ایک جلیل القدر خلیفہ اور عالمِ ربانی حضرت مولانا حافظ قاری رضا علی بنارسی مجددی نقشبندی قُدِّسَ سِرُّہٗ لکھتے ہیں:

حضرت پیر و مرشد صاحب (شاہ احمد سعید مجددیؒ) سے میں نے در باب مولوی اسماعیل دہلوی کے پوچھا مدینہ شریف میں، فرمایا کہ "اُن کو میں نے اور تمام علمائے دہلی نے جامع مسجد دہلی میں قائل کیا، انہوں نے اقرار کیا کہ تقویۃ الایمان میں اصلاح دے دوں گا"۔ اور مقام ٹونک میں حضرت (شاہ احمد سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ) فرماتے تھے کہ میرے حضرت پیر و مرشد (شاہ غلام علی دہلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ) کہا کرتے تھے کہ "جس قدر بے دینی اور بداعتقادی اور فساد دینِ محمدی ہندوستان میں ہوا، مولوی اسماعیل کی ذات سے ہوا"۔[16]

مندرجہ بالا عبارت میں اس مشہور مناظرہ کی طرف اشارہ ہے جو جامع مسجد دہلی میں ۱۲۴۰ھ میں منعقد ہوا۔ اس میں ایک طرف مولوی اسماعیل اور اس کے حامی

---

15 صفحہ ۱۱

16 سیف الجبار، صفحہ ۲۱۱

تھے، اور دوسری طرف دہلی کے مشہور علماء کرام تھے جن میں حضرت شاہ صاحب بھی شامل تھے۔

جب مولانا فضلِ حق خیر آبادی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ نے اسماعیل دہلوی کی گرفت کرتے ہوئے رمضان ۱۲۴۰ھ میں اس کے خلاف کفر کا فتویٰ لکھا بنام "تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ" (فارسی)، تو حضرت شاہ احمد سعید قُدِّسَ سِرُّهٗ نے اس پر اپنے دستخط کیے۔

جب مولانا فضلِ رسول قادری بدایونی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ نے عقائدِ اہلسنت پر عربی میں کتاب "المعتقد المنتقد" تصنیف کی جس میں انہوں نے وہابی فرقہ کی سرکوبی کی، تو حضرت شاہ صاحب نے اس پر مختصر اور جامع تقریظ لکھی۔[17] وہ تقریظ تبرک کے لئے یہاں پر نقل کی جاتی ہے۔

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

الحمد للّٰه الذي خلق الإنسان، و علمه البيان، والصلوٰة والسلام على من بعث بالحجج والفرقان، إلى سائر الخلق من الإنس والجان، و على آله الذين هم بمنزلة الإنسان من الأعيان، و أصحابه الذين بشروا بدخول الجنان،

و بعد فيقول العبد الفقير إلى اللّٰه الرحمٰن، أحمد سعيد النقشبندي المجددي مشربًا، والحنفي مذهبًا، كان اللّٰه له عوضًا عن كل شيء بالفضل والإحسان، اني رأيت "المعتقد والمنتقد" الذي صنفه الفاضل الكامل، العالم العامل، الذي هو جليل الشان، الجامع بين المعقول والمنقول والمعاني والبيان، والحاوي لعلوم الأديان، مولانا، وبالفضل أولانا المولوي فضل الرسول القادري سلمه المنان، عن شرور الزمان، توجدته مشتملًا على عقائد أهل السنة والجماعة بأوضح بيان، في ضمن فصول، هي للدين قواعد و أصول، لدفع أهل البدع والبطلان، قامعًا رأس أهل الهوى قرن الشيطان، جزاه اللّٰه عن المسلمين خير الجزاء، و جعل آخرته خيرا من أولاه، و تقبل اللّٰه سعيه، و ضاعف أجره، بجاه سيد البشر، المطهر

[17] المعتقد والمنتقد

عن زيغ البصر، صلى الله عليه الله أكبر، ربنا تقبل منا إنك أنت السميع الديان.

میلاد شریف

حضرت شاہ صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرقۂ وہابیہ کے رد میں جو کاوشیں فرمائیں ان میں سے ایک میلاد شریف کے جواز کو ثابت کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے اردو، فارسی اور عربی زبانوں میں تین مختلف رسائل تحریر فرمائے۔

اردو زبان میں آپ نے ایک رسالہ مسمیٰ "سعید البیان فی مولد سید الانس والجان" تحریر فرمایا جس میں آپ نے حضرت سرور عالم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی ولادت شریفہ، معراج، شمائل اور معجزات بیان کیے ہیں۔ آپ خود بنفسِ نفیس ہر سال گیارہ ربیع الاول کو میلاد شریف کے اجتماع میں یہ رسالہ حاضرین کو پڑھ کر سناتے تھے۔[18]

فارسی میں آپ نے رسالہ "الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیب" تحریر فرمایا۔

عربی زبان میں آپ نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام "احسن الکلام فی اثبات المولد والقیام" ہے، جسے مختصراً "اثبات المولد والقیام" بھی لکھا جاتا ہے۔ یہ مختصر رسالہ آپ نے مولوی محبوب علی جعفری کے رد میں لکھا جس نے میلاد شریف کو بدعت و ناجائز کہا تھا۔

میلاد شریف کی محفلوں سے آپ کو سخت محبت تھی اور اس کے مخالفین سے نفرت کرتے تھے۔ اپنے ایک مکتوب بنام حاجی دوست محمد قندھاری قُدِّسَ سِرُّہٗ میں مخالفینِ میلاد سے اپنی نفرت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

> "پس جو شخص مولود شریف کے ذکر سے روکتا ہے اور اسے مکروہ و حرام کہتا ہے، جیسے وہابی فرقہ، تو وہ اللہ اور رسولؐ کا دشمن ہے، اور ان تصیبهم فتنة او یصیبهم عذاب الیم کی وعید کا سزاوار ہے۔ ایسے لوگوں سے نہ ملیے اور ان کی صحبت سے بچیے"۔[19]

[18] ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین، صفحہ ۱

[19] تحفۂ زواریہ، مکتوب ۷۳، صفحہ ۷۷

تحقیق الحق المبین

حضرت شاہ صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ نے مولوی اسحاق دہلوی (وفات ۱۲۶۲ھ مکہ) کی کتاب "مسائلِ اربعین" کے رد میں یہ کتاب "تحقیق الحق المبین فی اجوبۃِ مسائلِ اربعین" لکھی جس میں آپ نے اس کی گمراہ کن تعلیمات کا بھرپور رد فرمایا ہے۔
اسی رسالہ میں آپ لکھتے ہیں:

"یہ حدیث پاک اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے جواز استعانت میں صریح ہے اور یہ ظاہر ہے اس بات میں کہ اولیاء اللہ کو لفظ یا کے ساتھ پکارا جاسکتا ہے۔ اور یہ دلیل ہے ہماری طرف سے فرقہ محدثہ (نوپیدا، یعنی وہابیہ) کے خلاف جو منع کرتے ہیں، یہاں تک کہ یا رسول اللّٰہ کہنا بھی جائز نہیں سمجھتے۔"

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ آپ یا رسول اللّٰہ کی ندا کے قائل تھے۔ اپنی اردو تصنیف "سعید البیان فی مولد سید الانس والجان" میں ایک حدیث شریف نقل کرنے کے بعد آپ فرماتے ہیں:

یہ حدیث صحاح ستہ میں موجود ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ "یا محمّدؐ"، "یا رسولَ اللّٰہ" کہنا درست ہے۔ منکر ہونا ندا سے، انکار کرنا ہے ارشادِ رسول مقبول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے۔ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اِنَّمَا الْفَوْزُ وَالْفَلَاحُ لَدَيْكَ۔

نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے علاوہ دیگر اولیاء اللہ سے بھی بعد از وفات آپ استعانت و استمداد کے قائل تھے۔ مزید تفصیل کے لئے اسی کتاب میں مسئلہ ۴۰ کا جواب دیکھئے۔

حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ

حضرت شاہ غلام علی دہلوی مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے خلفاء میں ایک جلیل القدر خلیفہ حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ بھی تھے۔ وہ بھی اس نئے گمراہ فرقہ کی مذمت کرتے رہتے تھے۔ مولانا امام الدین نے آپ کی آخری زندگی کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے:

> اخیر عمر خود ایشان در مذمت فرقہ ضالہ نجدیہ وھابیہ از حد زیادہ می کردند، دوستان و آشنایان خود را از کید و مکر آن مردودان خبردار می فرمودند، چنانچہ در ردّ انھا یکی از غزل معمورہ اند۔

آپ نے اس فرقہ کے رد میں "رسالہ ردّ فرقۂ وہابیہ" بھی تحریر فرمایا۔ مولوی محمد خرم دہلوی کے رد میں آپ نے ایک رسالہ "سلالۃ المرورہ فی تجویز اسماء المشہورہ" لکھا جس میں "غلام محی الدین"، "عبدالرسول"، "عبدالنبی" وغیرہ جیسے نام رکھنے کے جواز میں دلائل دیئے۔

فرقۂ وہابیہ کے باطل عقائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ یزید پلید کو مستحق لعنت سمجھنے کی بجائے امامِ برحق اور تابعین میں سے سمجھتے ہیں۔ حضرت غلام محی الدین قصوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ یزید بدبخت پر لعنت کرنا باعثِ ثواب سمجھتے تھے۔ آپ نے اپنے شیخ کے ملفوظات شریفہ میں لکھا ہے:

> جامع الملفوظات عرض پرداز ہے کہ یزید پلید پر لعنت کرنا اسے ثواب کا مستحق گردانتا ہے۔[20]

---

[20] ملفوظاتِ شریفہ

حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

حضرت شاہ احمد سعیدؒ کے خلیفۂ اکبر اور نائبِ کامل حضرت شیخ حاجی دوست محمد قندھاری نقشبندی قُدِّسَ سِرُّہٗ جنہوں نے ڈیرہ اسماعیل خان میں خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف قائم کی، وہ بھی اپنے پیرِ طریقت کے حکم کے مطابق فرقہ وہابیہ سے لوگوں کو متنبہ کرتے رہتے تھے۔ اپنے ایک مکتوب میں آپ لکھتے ہیں:

"آنے جانے والوں سے معلوم ہوا ہے کہ مولوی غیاث الدین وہابی فرقہ کے مسائل کے معتقد ہیں اور لوگوں کے سامنے ان ہی مسائل کو بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ کو تحریرًا تاکید کی جاتی ہے کہ وہابی مسائل سے نفرت کریں اور دل سے اسماعیلیہ فرقہ وہابیہ سے بیزار رہیں۔ صحیح اعتقاد رکھنے اور عمل کرنے کے لئے سلفِ صالحین اہلِ سنت والجماعت (اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے) کی لکھی ہوئی کتابیں ہمارے لئے کافی ہیں۔ یہی کتابیں آپ کے پیش نظر رہنا چاہئیں۔ آپ وہابی فرقے کے رسائل کا مطالعہ نہ کریں اور ان کے اعتقادات سے پرہیز و اجتناب کریں۔"[21]

حضرت حاجی صاحب نہ صرف تحریر اور تقریر میں فرقۂ وہابیہ سے متنبہ کرتے رہتے تھے، بلکہ اپنے مریدین و معتقدین کی طرف ایسی کتابیں اور رسائل بھی بھیجتے تھے جن میں فرقہ وہابیہ کا رد ہوتا تھا۔ ایک مکتوب آپ نے خان ملا خان صاحب کو لکھا جس کے ساتھ آپ نے ایسے رسائل بھی ساتھ بھیجے اور تاکید کی کہ ان رسالوں کو رائج کریں۔ آپ کے الفاظ اس طرح ہیں۔[22]

عرض یہ ہے کہ دس رسالے جو فرقہ وہابیہ کے اقوال و عقائد کے رد

[21] تحفۂ ابراہیمیہ، مکتوب ۳۰

[22] تحفۂ ابراہیمیہ، مکتوب ۲۶

کرنے کے سلسلہ میں تحریر کئے گئے ہیں وہ اس فقیر کو دستیاب ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپ کی خدمت میں ارسال کئے جارہے ہیں، انشاء اللہ آپ کو مل جائیں گے۔

آپ کو چاہئے کہ ہمارے رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے دین متین کی ترقی کے لئے ان رسالوں کو رائج کریں۔ فقیر دعاگو ہے کہ ربِ جلیل آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور اللہ جل شانہ شریعتِ مطہرہ اور اہلِ سنت والجماعت کے عقائد پر سلامتی نصیب فرمائے۔ رسول پاک اور ان کی آل کے طفیل میں۔

ان رسالوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

1. حق المبین، تصنیف حضرت مرشدی و شیخی قدسناہ اللہ تعالیٰ بسرہ السامی۔
2. دلیل القوی علیٰ ترک القراۃ للمقتدی۔
3. المواہب۔
4. اشباع الکلام فی اثبات المولد القیام۔
5. تذکرۃ الموتیٰ والقبور۔
6. ردّ استفتا وہابیان۔
7. ہبۃ الطاعات۔
8. در المنقول فی حکم امراۃ المفقود۔
9. رسالہ شاہ عبدالعزیزؒ
10. رسالہ محتوی بر بیان مسائل فرقہ ناجیہ۔

اسی مکتوب میں چند سطروں کے بعد آپ اس طرح رقمطراز ہیں:

”آپ برائے خدا فرقۂ وہابیہ یعنی اہلِ حدیث کی مخالفت میں تبلیغ کی کوشش فرمائیں اور اہلِ سنت والجماعت کے عقائد کو پھیلائیں۔“

آپ کے مکتوبات شریف میں مکتوب ۲۳ ایک مفصل مکتوب ہے جو آپ نے مولانا سید حیدر شاہ صاحب کی طرف بھیجا۔ اس کا عنوان ہے "حضرت سید المرسلینؐ کے روضۂ مبارک کی زیارت کرنا اور آپ کے توسل سے دعا مانگنا"۔ بیس صفحات پر مشتمل اس مکتوب گرامی میں آپ نے روضۂ مبارک کی زیارت کے فضائل لکھے ہیں اور بارگاہ نبوی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے توسل و استغاثہ اور آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے طلب قضائے حاجات کو ثابت کیا ہے۔

اسی طرح ایک اور مکتوب جو تقریباً بیس صفحات پر مشتمل ہے، وہ آپ نے امامِ اعظم ابو حنیفہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کے فضائل پر تحریر فرمایا ہے۔ اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

> بھائی! آجکل فرقۂ وہابیہ پیدا ہوگیا ہے۔ یہ فرقہ خود کو اہلِ حدیث کے نام سے پکارتا ہے۔ خباثتِ باطنی اور فسادِ عقیدہ سے یہ لوگ ہمارے امام اعظم حضرت نعمان بن ثابت الکوفی جو درحقیقت مفسرین و محدثین کے امام ہیں، پر زبانِ طعن دراز کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ فرقہ وہابیہ اگلے پچھلے مجتہدین کے اجتہاد کا انکار کرکے مذاہبِ اربعہ میں حق دائر ہونے کا انکار کرتا ہے۔ حالانکہ اس پر سلفِ صالحین کا اتفاق ہے اور اس پر اجماع منعقد ہوچکا ہے۔

حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

حضرت قطب الاقطاب حاجی دوست محمد قندھاری رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کے خلیفۂ اعظم اور خانقاہ موسیٰ زئی شریف کے مسند نشین حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی قُدِّسَ سِرُّہٗ اپنے مشائخِ کرام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ہر سال اپنے شیخِ طریقت کا عرس منعقد کرتے تھے۔ اپنے شیخ اور پیر و مرشد کا عرس منعقد کرنا حضرات مشائخِ نقشبندیہ مجددیہ کی سنت رہی ہے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آجکل نقشبندی کہلانے

والے کچھ لوگ اپنے پیرانِ کبار کی اس سنت کو بدعت کہتے ہیں اور ناجائز گردانتے ہیں، اور اپنے ہی مشائخِ کرام و اولیائے کاملین واصلین کی طرف بدعت و گمراہی کی نسبت کرتے ہیں۔ اللہ کریم اپنے کرم سے ہمیں ان عقائدِ باطلہ سے بچائے اور اپنے محبوبین کے عقیدہ و مسلک پر ثابت قدم رکھے۔ آمین

حضرت دامانی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے ایک خلیفہ مولوی حسین علی [23] فرقہ وہابیہ کے عقائد سے متاثر ہوگئے تھے اور اولیاء اللہ کے علمِ غیب کا انکار کرتے تھے۔ ایک دن حاجی عبدالکریم صاحب نے ان سے پوچھا کہ اولیاء اللہ علمِ غیب جانتے ہیں یا نہیں؟ مولوی صاحب نے جواب میں کہا کہ علمِ غیب صرف خدا تعالیٰ کا خاصہ ہے، ہاں اولیاء کو الہام یا کشف ضرور ہوتا ہے۔ حاجی صاحب نے پھر پوچھا کہ کیا اولیاء کے گھوڑے بھی غیب جانتے ہیں؟ مولوی صاحب نے حیران ہوکر پوچھا کہ کیوں؟ حاجی عبدالکریم صاحب نے بیان کیا کہ حضرت قبلہ دامانی قُدِّسَ سِرُّہٗ کا ایک گھوڑا میرے پاس تھا۔ وہ کھیت میں میرا باجرہ چر رہا تھا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ اگر میں ہر روز اس گھوڑے کو باجرے کے کھیت میں چھوڑ دوں گا تو یہ اس کے اکثر خوشے کھا جائے گا اور آخر میں باجرہ بالکل ہاتھ نہیں لگے گا۔ پس جونہی یہ خیال دل میں گزرا، اسی وقت دیکھا کہ گھوڑے نے خوشے سے منہ موڑ لیا اور گھاس کھانا شروع کردیا۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد میں نے سوچا کہ یہ کام (یعنی گھوڑے کا باجرے کو چھوڑ کر گھاس چرنا) میرے خیال کی وجہ سے ہوا ہے۔ پس میں گھوڑے کے پاس پہنچ کر اس کے پاؤں میں گر پڑا اور کہا کہ یہ باجرہ حضرت قبلہؒ کا مال ہے، بغیر لحاظ کے کھاؤ!

[23] مولوی حسین علی واں بچھراں والے (وفات ۱۳۶۳ھ) حضرت قطب الاقطاب خواجہ محمد عثمان دامانی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے مرید و خلیفہ تھے۔ ان کے بعد حضرت صاحبزادہ خواجہ محمد سراج الدین قُدِّسَ سِرُّہٗ کے مرید بھی رہے، اور ان کے استاد بھی تھے۔ صاحبزادگان کے استاد ہونے کی وجہ سے خانقاہ عالیہ موسیٰ زئی شریف میں ان کا کافی احترام ہوتا تھا۔ شروع سے ہی فرقہ وہابیہ کے معتقد تھے، لیکن اپنے شیوخ کے وصال کے بعد مکمل طرح وہابی مسلک اختیار کرلیا اور وہابی عقائد و مسائل کی تبلیغ میں کوشش کرتے رہے۔ ان کے شاگرد مولوی غلام اللہ خان بھی ایک متشدد وہابی مبلغ تھے۔

فورًا اس نے خوشے کھانے شروع کردیے۔ پس اس میں کیا حکمت ہے؟

یہ سن کر مولوی صاحب سوچنے لگے کہ اولیاء کو جو علم ہوتا ہے وہ کس نوعیت کا ہوتا ہے؟ آیا وہ بعض چیزوں کو جانتے ہیں یا اکثر کو؟ توجہ و خیال کے بعد ان کو جانتے ہیں، یا کس طرح ان کو جانتے ہیں؟ اسی خیال میں وہ تسبیح خانہ میں چلے گئے جہاں پر حضرت خواجہ دامانی قُدِّسَ سِرُّہٗ کچھ افغانی مریدوں کے ساتھ پشتو میں گفتگو فرما رہے تھے۔ مولوی صاحب جیسے ہی وہاں آکر بیٹھے، حضرت نے ان کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: "مولوی صاحب! اولیاء سب جانتے ہیں، لیکن ان کو ظاہر کرنے کی اجازت نہیں"۔ صرف یہی الفاظ فرماکر دوبارہ آپ افغانی لوگوں کے ساتھ گفتگو فرمانے لگے۔[24]

حضرت خواجہ دامانی قُدِّسَ سِرُّہٗ اپنے مریدوں کے عقائد کی اصلاح وقت بوقت فرماتے رہتے تھے۔ ایک دن یہی مولوی صاحب موصوف جو اولیائے کرام کے علمِ غیب کا انکار کرتے تھے، عشاء کے وقت حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب! تم اپنے گھر جاؤ، پھر جب واپس آؤ گے تو جو حالات اور معاملات تمہارے ساتھ پیش آئے ہوں گے، وہ مجھ سے پوچھو، ان شاء اللہ تعالیٰ میں سب کو ایک ایک کرکے تفصیل کے ساتھ تمہیں بتادوں گا اور تم کسی ایک واقعہ میں بھی خطا نہ پاؤ گے۔[25] (سبحان اللہ)

حضرت خواجہ سراج الدین رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

خانقاہ موسیٰ زئی شریف کے تیسرے مسند نشین اور کامل اکمل ولی اللہ حضرت خواجہ سراج الدین رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ بھی وہابیہ فرقہ کے عقائد سے بیزار تھے۔ آپ کے مریدوں میں سے کچھ افراد وہابیہ کے اثر میں آگئے تھے۔ ان میں سے کسی نے اعتراض کیا کہ خانقاہ شریف میں مشائخ کرام کی قبریں پختہ کیوں ہیں کہ پختہ قبریں

[24] مجموعہ فوائدِ عثمانیہ، صفحہ ۲۴۶
[25] مجموعہ فوائدِ عثمانیہ، صفحہ ۲۴۹

بنانا تو بدعت ہے۔ آپ نے اس کے رد میں ایک مکتوب تحریر فرمایا جس میں قبروں کو پختہ کرنے کا جواز تحریر فرمایا۔[26] آپ نے اس مکتوب میں بدعت کی پانچ اقسام بتائی ہیں، جن میں حرام، مکروہ، واجب، مستحب اور مباح شامل ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

> "علماء نے پانچوں قسم کی بدعات کی تصریح فرمائی ہے۔ جو ان کا انکار کرتا ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ وہابی عقائد رکھتا ہے۔"

قبور کو پختہ کرنے اور ان پر کتبہ لگانے کے جواز میں موجودہ کتاب میں حضرت شاہ صاحب نے بھی دلائل دیئے ہیں۔ دیکھئے صفحہ 92۔

حضرت خواجہ پیر فضل علی قریشی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

حضرت خواجہ سراج الدین قُدِّسَ سِرُّہٗ کے جلیل القدر خلفاء میں سے ایک حضرت سیدی خواجہ پیر فضل علی قریشی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ بھی تھے، جن کے کچھ خلفاء نے ان کے بعد وہابی مسلک اختیار کرلیا۔ اسی لئے ان کو بھی کچھ لوگ وہابی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ آپ نہ خود وہابی تھے اور نہ اس فرقہ کے عقائد و مسائل پر اعتقاد رکھتے تھے، لیکن اتنا ضرور تھا کہ اولیائے کاملین کی طرح بغیر تفریق عقیدہ و مسلک کے ہر ایک کو فیضیاب فرماتے تھے۔ یہ بھی حضرات مشائخِ نقشبندیہ کا وطیرہ ہے کہ وہ غیر مذہب کو بھی ذکر اللہ کی تلقین فرما دیتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک ہندو حضرت شاہ غلام علی دہلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تلقینِ ذکر کی درخواست کی۔ آپ نے اسے فرمایا کہ دو ہزار بار روزانہ اللہ اللہ کا ذکر کیا کرو۔ وہ چونکہ ہندو تھا، کہنے لگا میں اس نام کا ورد نہیں کروں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا تم دو ہزار بار صرف یہ کہا کرو "تو ہی تو ہے"۔ صرف اس تلقین کی برکت سے تھوڑے ہی عرصہ بعد وہ ہندو مشرف

[26] تحفۂ زاہدیہ، مکتوب ۳۸ از مکتوبات خواجہ سراج الدین، بنام مولوی احمد خان

باسلام ہوا اور طریقت میں داخل ہوا۔[27]

اسی طرح حضرت خواجہ غریب نواز پیر فضل علی قُدِّسَ سِرُّہٗ نہ صرف سنّی حنفی بلکہ وہابی لوگوں کو بھی مرید کرلیتے تھے، یہاں تک کہ کئی اہلحدیث بھی آپ کے مرید بنے جو بعد میں توبہ تائب ہوکر حنفی مسلک پر آگئے۔ آپ اس سلسلہ میں سختی سے نہیں بلکہ حکمت و نرمی سے کام لیتے تھے، اسی وجہ سے ہر کوئی آپ کا شیدہ و فریفتہ ہوجاتا تھا۔ آپ کے ملفوظات شریفہ میں ہے:

> ”فرمایا اب تو وہابی مولوی میرے رفیق بہت ہیں (لیکن) الحمد للّٰہ بڑے مؤدب ہیں (ان کے دل) ذکر سے پُر ہیں۔ ادب بایں کہ فقیرپور میں میدان سرائے لنگر خانہ کے اندر جوتا اتار کر پاؤں ننگے (ہوکر) چلتے پھرتے ہیں۔ اور مولوی نذیر احمد ایک دن عین حالتِ جذبہ میں مولوی بشیر احمد کو کہہ رہے تھے: ارے بھائی اِدھر آ، آج تک تو وہابیت کا مزہ چکھتے رہے، اب تو کچھ یہ چاشنی بھی چکھیں۔“

آپ کی محفل میں نعت خوانی بکثرت ہوا کرتی تھی۔ آپ میلاد مبارک کا اہتمام بھی فرماتے تھے اور اپنے شیخ کا عرس مبارک بھی ہر سال باقاعدگی سے کرتے تھے۔ آپ کے خلیفۂ اعظم حضرت پیر مٹھا قُدِّسَ سِرُّہٗ نے آپ سے پوچھا کہ حضرت میلاد شریف کے موقع پر نقد دینا چاہئے یا طعام؟ آپ نے فرمایا نقد افضل ہے، اگر کوئی مسافر ہو اور اس کو کریانہ کی اشد ضرورت ہو تو وہ اس نقد سے اپنی ضروریات کو پورا کرسکتا ہے۔

آپ اولیاء اللہ سے غائبانہ استمداد کو جائز سمجھتے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ نے حضرت بایزید بسطامی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کے ایک مرید کا واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ وہ کسی قافلہ کے ساتھ سفر کررہا تھا کہ اچانک رہزنوں نے قافلہ لوٹنا شروع کردیا۔ دوسرے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو پکارنا شروع کردیا، جبکہ اس مرید نے اپنے شیخ حضرت خواجہ

[27] ملفوظاتِ شریفہ

بایزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّہٗ کو مدد کے لئے پکارا۔ اتفاق سے صرف یہی ایک شخص رہزنوں سے محفوظ رہا۔[28]

آپ کی سوانح حیات اور ملفوظات میں ایسے کئی عجیب و غریب واقعات لکھے ہوئے ہیں جو وہابی مسلک کے سراسر خلاف ہیں۔ ایک دفعہ کوئی شخص عشاء کے وقت آپ سے بیعت ہوا۔ اسی وقت اسے شدید وجد و جذبہ ہوگیا، اور وہ "لبیک یا رسول اللہ"، "لبیک یا رسول اللہ" کہتے کہتے صبح کے وقت وفات پاگیا۔

اسی طرح ایک دن آپ کے پاس کچھ گوشت آیا جو چوری کا تھا۔ آپ نے اپنے مریدوں میں سے علمائے کرام کو دعوت دی اور وہ گوشت ان کو کھلادیا۔ ان میں سے کسی کو بھی حقیقتِ حال کا علم نہ ہوسکا، اور انہوں نے وہ گوشت کھالیا۔ بعد میں ان سے فرمایا: تم مولویوں کے علم سے تو ہماری بھیڑوں کو زیادہ علم ہے۔ پھر آپ نے امتحان کے طور پر چوری کی گھانس اپنی بھیڑوں کے سامنے رکھی تو ان میں سے کسی نے بھی اس گھانس کو نہیں کھایا۔ سبحان اللہ! جب اولیاء اللہ کے جانور بھی علمِ غیب جانتے ہوں تو خود وہ کیا نہیں جانتے ہوں گے۔

کبھی کبھار جب آپ کی محفل میں فرقہ وہابیہ کا تذکرہ ہوتا تھا تو آپ ان کی مذمت بھی فرماتے تھے۔ مندرجہ ملفوظ شریف اس کی ایک مثال ہے۔[29]

> خلیفہ مولوی نور محمد صاحب نے عرض کیا کہ شکارپور میں مولوی صاحبداد وہابی نے وعظ کیا کہ حضرت رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا قدر (و منزلت) بڑے بھائی جتنا ہے، اور (آپ کا علم) شیطان سے (بھی) تھوڑا علم ہے اور عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَامُ سے بھی تھوڑا علم ہے۔
>
> فرمایا وہابیوں کا بڑا بُرا اعتقاد ہے۔
>
> مولوی نور محمد خلیفہ صاحب نے عرض کیا کہ "اصولِ اربعہ" مولانا

28ملفوظات فضلیہ
29ملفوظاتِ فضلیہ

خواجہ حسن جان صاحب نقشبندی ٹنڈو سائیں داد والا کی تدوین شدہ ہے، اس میں لکھا ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے ایک کتاب میں لکھا ہے کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھوڑے اور چمار سے بھی کم ارز (کم قیمت) ہے۔[30]

آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ"[31] (اور یقیناً الیاسؑ رسولوں میں سے تھے)، "فَاجْتَبَاهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصَّالِحِیْنَ"[32] (پھر ان کے رب نے انہیں برگزیدہ بنا لیا اور انہیں کامل نیکو کاروں میں شامل فرما دیا)۔

فرمایا: ایک دن میں مراقبہ میں بیٹھا تھا، یہ آیتِ شریفہ ملہم (الہام) ہوئی: "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا"[33] (اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو)۔ یوں خیال آیا کہ وہابیوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا ہے کہ متفرق ہوگئے ہیں۔

حضرت مولانا محمد حسن جان مجددی سرہندی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

حضرت امامِ ربانی مجدد الفِ ثانی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کی اولاد میں ہزاروں اولیائے کاملین ہوئے ہیں۔ ان ہی میں سے ایک مشہور بزرگ اور جید عالمِ دین و مصنف حضرت مولانا محمد حسن جان مجددی سرہندی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (وفات ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء) بھی تھے۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف تھے، جن میں اکثر طبع ہوچکی ہیں اور کچھ کے تراجم بھی شایع ہوچکے ہیں۔ ترکی سے بھی آپ کی کچھ کتابیں شایع ہوئی ہیں۔ آپ نے بھی فرقۂ ضالہ وہابیہ کا رد فرمایا اور اس سلسلہ میں کتابیں بھی تالیف فرمائیں۔ ان

[30] تقویۃ الایمان
[31] سورۃ الصافات ۳۷، آیۃ ۱۲۳
[32] سورۃ القلم ۶۸، آیۃ ۵۰
[33] سورۃ آل عمران ۳، آیۃ ۱۰۳

میں سے دو کتابوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ "الاصول الاربعہ" (فارسی، ۱۳۴۶ھ)۔ اس میں آپ نے چار بنیادی اصولوں کا بیان حنفی عقیدہ کے مطابق کیا ہے: (۱) غیر اللہ کی تعظیم، (۲) وسیلہ لینا، (۳) ندائے غائب، (۴) چاروں فقہوں میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا۔

۲۔ "العقائد الصحیحہ" (عربی، ۱۳۶۰ھ)۔ اس کتاب میں آپ نے وہابیہ فرقہ کے رد میں اہلِ سنت والجماعت کے عقائدِ صحیحہ بیان فرمائے ہیں۔ اس میں آپ وہابیہ کے باطل عقیدہ "امکانِ کذب" جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ کو منسوب کرتے ہیں کا رد بھی فرمایا ہے۔ اسی کتاب میں آپ رقمطراز ہیں:

> "ان مسائل میں حضور عَلَیْهِ السَّلَامُ کے تصور کا مسئلہ ہے جو نماز میں بلا اختیار آجاتا ہے۔ مخالفین کے امام کا قول ہے کہ نماز میں حضور عَلَیْهِ السَّلَامُ کا خیال آجانا نمازی کے اپنے جانوروں کے خیال سے بھی بدتر ہے۔ اور اس مقام پر اس نے ایک بدترین جانور کا ذکر کیا ہے، مگر میں جرأت نہیں کرسکتا کہ اس بُرے جانور کا نام نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کے اسمِ مبارک کے مقابلہ پر ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ذکر کروں۔ اور ان کا یہ عقیدہ بدترین عقائد میں سے ہے۔ ایسے عقائد سے خدا بچائے۔ تعجب ہے کہ پھر یہ لوگ حضور عَلَیْهِ السَّلَامُ کو فخرِ عالم بھی کہتے ہیں۔ مگر تم سوچو کہ جب فخرِ عالمؐ کا ان کے نزدیک یہ حال ہے تو دوسرے انبیاءؑ اور صالحینؒ کا کیا حال ہوگا۔"

دیگر اولیاء کرام

اس جگہ راقم نے صرف چند ایسے مشہور نقشبندی اولیائے کرام کا ذکر خیر کیا ہے جنہوں نے اس نوپیدہ فرقہ کا رد کیا اور لوگوں کو ان کے عقائد کی خرابی اور ان کی بدنیتی سے آگاہ کیا۔ دیگر بہت سے ایسے اولیائے کاملین ہیں جنہوں نے اس کار خیر

میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ کتابیں بھیں تصنیف کیں۔ ایسی ہزاروں برگزیدہ شخصیات کے اسمائے گرامی نقل کیے جاسکتے ہیں، لیکن مندرجہ بالا اسماء میں یہ چند وہ مشہور و معروف ہستیاں ہیں جن سے آج طریقۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی اکثریت وابستہ ہے۔ اس لئے اسی پر اکتفا کی جاتی ہے۔ اور اس مختصر مضمون کا مقصد یہ نہیں کہ فرقۂ وہابیہ کا رد کیا جائے، کہ اس پر تو ہزاروں لاکھوں کتابیں تصنیف ہوچکی ہیں۔ یہاں صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اولیائے نقشبندیہ کا اس گمراہ فرقہ سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ موجودہ زمانہ میں کچھ افراد اس فرقۂ ضالہ کے عقائد رکھتے ہیں اور ساتھ ہی خود کو نقشبندی بھی کہلاتے ہیں۔ جبکہ اکابرین نقشبندیہ اس فرقہ کو گمراہ کن اور اس کے ماننے والوں کو خدا و رسول کا دشمن قرار دے چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں تاحیات اپنے مشائخ کرام کے طریقہ پر ثابت قدم رکھے اور ان کے عقائد، جو کہ اہل السنت والجماعت کے عقائد ہیں، پر موت دے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ و التسلیم

عبدالرحیم نظامانی

گوتھنبرگ، سویڈن، فروری ۲۰۱۴ء

بانی مکتبہ مجدّدیہ، حیدرآباد، سندھ

تحقیق الحق المبین
فی اجوبۃ مسائل اربعین

مقدمہ از حضرت مصنفؒ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(ترجمہ) اللہ کے نام سے شروع جو بے حد مہربان بڑا رحم فرمانے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ. وَ جَنَّبَنَا عَنِ الْاِفْرَاطِ وَ التَّفْرِیْطِ بِحِفْظِہِ الْعَمِیْمِ. وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ الْاِتْمَانِ الْاَکْمَلَانِ عَلٰی مَنِ اخْتَصَّ بِالْخُلُقِ الْعَظِیْمِ. وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ ھُمْ سَفِیْنَۃُ الْمِلَّۃِ وَ نُجُوْمُ الدِّیْنِ الْقَوِیْمِ.

(ترجمہ) تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں صراطِ مستقیم کی ہدایت دی اور ہمیں افراط و تفریط سے بچایا۔ اور درود و سلام ہوں اس پر جو خُلُقِ عظیم سے ممتاز ہے، اور اس کی آل پر جو سفینۂ اُمت ہیں اور اس کے اصحاب پر جو دین کے ستارے ہیں۔

اما بعد۔ معلوم ہونا چاہئے کہ میرے بعض جگری اور دِلی دوستوں نے مسائلِ اربعین (چالیس مسائل) کے متعلق اس ناچیز احمد سعید بن ابی سعید مجددی کَانَ اللّٰہُ سُبْحَانُہٗ لَہٗ عِوَضًا عَنْ کُلِّ شَیْءٍ (ہر چیز کے عوض اس کو اللہ تعالیٰ ہی ملے) سے حق و باطل، کمزور و ضعیف میں امتیاز کا استفسار کیا۔ ان کے سوال کو پورا کرنے کے لئے اس ناچیز نے چند سطور حوالۂ قلم کیں تاکہ صحیح غلط سے اور حق باطل سے پوری طرح ممتاز ہوجائے۔ اور میں نے اس کا نام "تحقیقُ الحق المبین فی اجوبۃِ مسائلِ اربعین" رکھا۔

وَ مَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ اِلَیْہِ اُنِیْبُ وَ بِہٖ نَسْتَعِیْنُ.

(ترجمہ) اور نہیں توفیق مجھے مگر اللہ سے، اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف لوٹتا ہوں اور اسی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔

حصہ اول۔ مسائلِ ولادت و نکاح

مسئلہ ا۔ بچے کے کانوں میں اذان و اقامت کہنا سنت ہے

قَالَ : [34] مؤلف اربعین نے سائل کے سوال کے جواب میں کہا کہ اذان و اقامت بچے کے دونوں کانوں میں کہنے کا استحباب سنّت سے ثابت ہے۔

اَقُولُ : [35] میں کہتا ہوں کہ مؤلف اربعین کا واجب، سنت، مستحب میں سے شقِ آخر یعنی مستحب ہونے کو سنّت کے ساتھ اختیار کرنا بہت عجیب اور نرالی بات ہے۔ مؤلّف نے شقِ ثانی یعنی سُنت ہونے کو کیوں نہیں اختیار کیا۔ اگر شقِ اخیر اختیار کرتے تو دلیل دعویٰ کے مطابق رہتی۔ اب دعویٰ اور دلیل میں تقریب تام نہیں۔ حق اور صحیح بات یہ ہے کہ داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا سنّت ہے، جیسا کہ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ نے سفر السعادۃ میں تشریح کی ہے۔ شیخ کی عبارت حسب ذیل ہے: ”و اذان گفتن در گوشِ مولود نیز سنّت است“ (اپنے بچے کے کان میں اذان کہنا سنت ہے)۔ مؤلف اربعین نے اپنے جواب میں علامہ سیوطی (رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ) کی کتاب جامع صغیر سے حضرت عبداللہ ابن عباس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا کی یہ عبارت بھی نقل کی: من وُلِدَ لَهٗ ثَلَاثَةٌ

---

[34] قال، مطلب ”اس نے کہا“۔ اس سے مراد مولوی محمد اسحاق دہلوی کا دعویٰ ہے جس نے ”مسائلِ اربعین“ کتاب لکھی تھی۔

[35] اَقُول مطلب ”میں کہتا ہوں“۔ اس سے مراد حضرت شاہ احمد سعید مجددی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ہیں جو اس کی عبارت کا رد فرما رہے ہیں۔

اَوۡلَادٍ فَلَمۡ یُسَـمَّ اَحَدَهُمۡ بِاسۡمِ مُـحَمَّدٍ فَقَدۡ جَهِلَ۔ رواه الطبراني في الكبير و ابن عدي في الكامل۔ مؤلف اربعین نے اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے جَہِلَ کے معنی محروم از برکت کئے ہیں، یعنی جس شخص کے تین بچے پیدا ہوئے اور اس نے ایک کا نام بھی محمدؐ نہ رکھا تو وہ برکت سے محروم رہا۔ حالانکہ جَہِلَ کے معنی ہیں جَهِلَ الطَّرِیۡقَةَ الۡمَحۡمُوۡدَةَ الۡمَشۡرُوۡعَةَ مِنَ الشَّارِعِ فِيۡ وَضۡعِ الۡاَسۡمَاءِ۔ یعنی وہ شخص اُس طریقہ پسندیدہ سے ناواقف اور بے خبر رہا جو شارع نے نام رکھنے میں متعین و مقرر فرمایا ہے۔ کیونکہ بہترین نام عند الشارع و الشرع عبداللہ، عبدالرحمٰن، محمد اور احمد ہیں اور اسی طرح دوسرے نام۔

مسئلہ ۲۔ بچے کے کان میں اذان کہنے پر اُجرت لینا جائز ہے

قَالَ: مؤلف اربعین دوسرے مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو شخص اُجرت لینے کی نیت سے (بچے کے کان میں) اذان دے اور اذان پر اجرت وصول کرے، ایسا کرنا ناجائز ہے اور اُجرت لینا منع ہے۔

اَقُوۡلُ: میں کہتا ہوں کہ متاخرین حنفیہ نے اذان وغیرہ پر اُجرت وصول کرنے کو جائز قرار دیا ہے اور اسی پر فتویٰ صادر کیا ہے، جیسا کہ درّ مختار میں ہے "یُفۡتي الیَوۡمَ بِصِحَتِهَا" (اس زمانے میں اُجرت کے جواز کا فتویٰ دیا جائے گا)۔ نیز مؤلف نے اسی مقام پر اُجرت کی حرمت پر یہ آیتِ کریمہ بطور نص و استدلال پیش کی۔ " اِنۡ اَجۡرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ " [36] (میرا اجر تو صرف اللہ پر ہے)۔ میں کہتا ہوں کہ اس آیت سے عبادت پر اُجرت وصول کرنے کی حمایت کا ذکر نہیں اور نہ ہی یہ متضاد ہے۔ بلکہ یہاں تو فقط اتنی سی بات ہے کہ (آیت کا مطلب یہ ہے کہ) جن لوگوں کو میں نے تبلیغ کی اگر وہ احکامِ الٰہی سے روگردانی کریں تو مَیں ان سے کسی اجر کا سوال نہ کروں گا، کیونکہ میرے لئے اجر عند اللہ ہے۔

---

[36] سورۃ یونس ۱۰، آیۃ ۷۲

بچے کے کان میں حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح پر چہرہ پھیرنا ثابت نہیں

قَالَ: مؤلف اربعین نے کہا کہ جب بچہ کے کان میں اذان دی جائے تو مؤذن حَيَّ عَلَى الصَّلوٰة اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاح کہتے وقت چہرے کو دائیں اور بائیں جانب پھیر لے اور گھمائے۔

اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ اذان میں بوقت حَيَّ عَلَى الصَّلوٰة اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاح چہرہ گھمانے سے فقط دائیں اور بائیں والوں کو خبردار کرنا اور مطلع کرنا ہے۔ بچے کے کان میں اذان دیتے وقت ایسا کوئی مقصد اور علت موجود نہیں۔ اس کے علاوہ مسئلہ کی کوئی سند اور دلیل بھی ہونی چاہیے، اس مسئلہ میں کوئی سند موجود نہیں۔

مسئلہ ۴۔ قریبی رشتہ داروں کو ایصالِ ثواب کرنا درست ہے

قَالَ: مؤلف اربعین نے چوتھے مسئلہ کے جواب میں تحریر کیا کہ قریبی رشتہ داروں کو اس طرح ایصال ثواب کرنا کہ اہلِ ہند کے رسم و رواج شامل نہ ہوں، نیز صدقہ خیرات قرض سے بھی نہ ہو، تو ایصالِ ثواب بالکل درست ہے اور اس کے جواز پر یہ آیتِ کریمہ ہی کافی ہے: "وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۩" (اور نیک کام کئے جاؤ تاکہ تم فلاح پاسکو)۔[37]

اَقُولُ: مؤلف کی یہ عبارت تجھے اکثر مقامات پر کام آئے گی، اسے محفوظ رکھ لے۔ ایسے نیک اور نفع بخش کام بھی آئیں گے جن سے مؤلف اربعین منع کرتے ہیں۔

---

[37] سورۃ الحج ۲۲، آیۃ ۷۷۔ ترجمہ عرفان القرآن

مسئلہ ۵۔ فقہ حنفیہ میں عقیقہ منسوخ ہے

قَالَ: مؤلف اربعین نے پانچویں مسئلہ کے جواب میں تحریر کیا کہ علمائے حنفیہ نے عقیقہ کو مستحب کہا ہے، کہ اگر عقیقہ ساتویں روز نہ کرسکے تو چودھویں دن کرے، ورنہ اکیس تاریخ کو کرے۔

اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ امام محمدؒ نے مؤطا میں نقل کیا[38] کہ ہم تک یوں روایت پہنچی ہے کہ عقیقہ جاہلیت کی رسم تھی، اسلام نے اس کو قائم و جائز رکھا، بعد میں قربانی کے حکم نے اس کو منسوخ کردیا۔ بلکہ ہر قسم کی ذبح قربانی سے منسوخ ہوگئی اور ہر قسم کا روزہ رمضان کے روزے سے منسوخ ہوا اور غسلِ جنابت نے ہر قسم کے غسل کو منسوخ کردیا، اور حکمِ زکوٰۃ نے ہر قسم کے صدقہ کو منسوخ کردیا۔[39] اس طرح حکم ہم تک پہنچا۔ اور مجیب[40] کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ احناف کے نزدیک ساتویں چودھویں اکیس وغیرہ کو عقیقہ کرنا چاہئے۔ حالانکہ یہ حکم امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک ہے۔ شیخ محقق[41] رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ نے لکھا کہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک اگر ساتویں روز عقیقہ نہ کرسکے تو چودھ، اکیس، اٹھائیس یا پینتیس کو کرے۔

عقیقہ میں بچوں کے بالوں کا سونے چاندی سے وزن کرنا

قَالَ: مؤلف اربعین نے یہ بھی تحریر کیا کہ بچے کے بالوں کو چاندی کے ساتھ وزن کرنا مستحب ہے اور سونے کے ساتھ جائز۔

اَقُولُ: یہ مذہب بھی امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا ہے، مگر ان دونوں کے نزدیک

---

[38] مؤطا امام محمد، حدیث ۶۶۲

[39] مذکورہ بالا اشیاء کے منسوخ ہونے کا مطلب ان کی فرضیت اور وجوب کا منسوخ ہونا ہے۔ مترجم

[40] مجیب مطلب جواب دینے والا۔ اس سے مراد مولوی اسحاق دہلوی ہے۔

[41] شیخ محقق سے مراد شیخ عبدالحق محدث دہلوی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ہیں۔

سونے اور چاندی ہر دو میں سے کسی کے ساتھ وزن کرنا مستحب ہے، ایک کا استحباب اور ایک کا جواز نہیں (بلکہ) دونوں کا استحباب ہے۔ مجیب کا ہر دو میں تفریق کرنا غلط ہے۔ یہ مسئلہ تفصیلاً شرح سفر السعادة [42] میں موجود ہے۔

بچے کے بالوں کا دفن کرنا

قَالَ: مؤلف اربعین نے کہا کہ بچے کے بالوں کو زمین میں دفن کیا جائے اور ایسا کرنا مستحب ہے کذا فی الطیبی (جیسا کہ طیبی میں ہے)۔
اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ طیبی [43] نے عقیقہ کے باب میں ان مسائل کا ذکر تک نہیں کیا۔ طیبی کی طرف ان مسائل کی نسبت کرنا سراسر غلط ہے، اور بالکل ایسا ہے جیسا کہ ایک شاعر نے زلیخا کتاب کی نسبت شیخ سعدیؒ [44] کی طرف کی اور کہا "چہ خوش گفت سعدی در زلیخا" (کیا خوب کہا سعدی نے زلیخا میں) حالانکہ زلیخا مولانا جامی [45] قُدِّسَ سِرُّهُ العَالِیْ کی تصنیف ہے۔

عقیقہ کے ذبیحہ کی ہڈیاں نہ توڑنا

قَالَ: وَ لَا یَنْکَسِرُ عِظَامَهَا تَفَاوُلًا وَ اِنْ کُسِرَتْ فَلَا بَأْسَ بِهٖ (ترجمہ: اور ذبیحہ کی ہڈیاں نہ توڑی جائیں، اس میں نیک فال ہے، اور اگر توڑ دیں تو کوئی حرج نہیں۔)
اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ ملّا علی قاریؒ [46] نے حصن حصین کی شرح میں لکھا کہ

42شرح سفر السعادة، فصل در سنن حضرت نبوی در عقیقہ

43علامہ شرف الدین حسین بن عبداللہ طیبی (وفات ۷۴۳ھ)

44حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (وفات ۶۹۱ھ)، مشہور فارسی شاعر اور ادیب تھے جن کی کتابوں میں بوستان اور گلستان مشہور ہیں۔

45حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قُدِّسَ سِرُّهٗ (۸۱۷ھ تا ۸۹۸ھ) سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ ہیں۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف تھے اور فارسی کے اچھے شاعر بھی تھے۔

46علامہ نور الدین علی بن سلطان القاری المعروف ملّا علی قاری رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (وفات ۱۰۱۴ھ)

وینبغي ان لا یکسر عظامه تفاولا (مناسب یہ ہے کہ نیک فال کے طور پر عقیقہ کے جانور کی ہڈیاں نہ توڑے)۔ ملا علی قاریؒ کی اس عبارت سے ہڈیوں کے نہ توڑنے کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔

عقیقہ کا گوشت رشتہ دار کھا سکتے ہیں

قَالَ: مؤلف اربعین نے کہا کہ اس صورت میں ماں باپ، دادا دادی کے لئے گوشت کھانا جائز ہے۔ اور یہ جو مشہور ہے کہ یہ لوگ نہ کھائیں، تو منع کی شرع میں کوئی دلیل نہیں۔

اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ سوال گوشت کھانے کے جواز کا نہیں بلکہ استحباب کا ہے۔ اور مجیب نے خود اپنے اس قول سے مستحب بیان کیا ہے کہ "مستحب ہے کہ ذبیحہ کا سر حجام کو دیں اور ایک ران دایہ کو۔ گوشت تین حصوں میں تقسیم کریں، ایک حصہ فقیروں مسکینوں کو، دو حصے عزیز و اقارب کو کھلائیں" (انتہیٰ)۔ استحباب کا اقرار بھی کرنا اور ساتھ ساتھ لا اصل له فی الشرع (اس کی شرع میں کوئی اصل نہیں) بھی کہنا عجیب سی بات ہے۔

بچوں کو مدرسہ بھیجنا

قَالَ: مؤلف اربعین نے کہا کہ ہند میں جو بچوں کے مکتب رائج ہیں، ثابت نہیں ہیں۔

اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ اس کا ثبوت موجود ہے۔ چنانچہ مجیب نے خود شرح شرعۃ الاسلام [47] کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ بچے کی تعلیم کا آغاز چار سال چار ماہ اور چار دن سے ہوجانا چاہئے۔ بعض نے اس مدت کے تقرر و تعین کی یہ توجیہہ کی ہے کہ

مشہور عالم دین تھے اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

47شرعۃ الاسلام فقہ حنفی کی کتاب ہے جس کے مصنف علامہ محمد بن ابو بکر حنفی امام زادہؒ (وفات ۵۷۲ھ) تھے۔ یہاں شرح شرعۃ الاسلام سے مراد غالباً ملا علی قاریؒ کی شرح ہے۔

جب آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا پہلی مرتبہ شقِ صدر ہوا تو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عمر شریف چار سال چار ماہ چار دن کی تھی۔ پس مشہور ثابت ہوا اور اس شخص کا قول باطل ٹھہرا جس نے کہا کہ دین میں اس کی کوئی اصل نہیں۔

مسئلہ ۷۔ بچے کو فاتحہ پڑھانے کے بعد شیرینی تقسیم کرنا سنت ہے

قَالَ: مؤلف اربعین نے ساتویں مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ فرحت و سرور کا وقت حصولِ نعمت کے بعد ہے، امیدِ نعمت کا وقت فرحت و سرور کا وقت نہیں، جیسا کہ طعامِ ولیمہ نکاح کے بعد اور عقیقہ پیدائشِ بچہ کے بعد۔ پس بچے کو تعلیم شروع کراتے وقت یعنی آغازِ تعلیم میں شیرینی تقسیم کرنا کھانا تیار کرنا وغیرہ وغیرہ سنّت نہیں۔

اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ آغازِ تعلیم میں بھی فرحت و سرور حصولِ نعمت کے بعد ہے اور یہ نعمت استعدادِ قرأت ہے کہ جس کے بعد آغازِ تعلیم ہوتا ہے۔ یہاں حصولِ نعمت بالفصل ہے، توقع نعمت نہیں۔ اگر تسلیم بھی کرلیا جائے کہ توقع نعمت ہے تو سنّت پھر بھی ہاتھ سے نہیں جاتی۔ چنانچہ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سورۃ بقرہ سیکھنے کے بعد اونٹ ذبح کیا اور دوستوں کو کھلایا۔ تو یہاں بھی تعلیم سورۃ فاتحہ کے بعد شیرینی تقسیم کرنا مطابق سنّت ٹھہری۔ پس نفی کرنا بعید از انصاف ہے۔

حصولِ نعمت پر خوشی کا اظہار کرنا سنت ہے

قَالَ: مؤلف اربعین نے کہا کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حصولِ نعمت کے بعد خوشی کا اظہار کرنا اور خاص کر جب نعمت دین سے متعلق ہو تو جائز ہے۔

اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ روایت میں لفظ جائز کا اطلاق کاتب کی غلطی سے ہوا۔

اصل لفظ سنّت ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس کا ثبوت خلفائے راشدین رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ میں خلیفۂ ثانی (فاروق اعظم رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) کے فعل سے ملتا ہے، اور خلفائے راشدینؓ کے افعال کا سنّت ہونا حدیث شریف سے ثابت ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ [48] (تم پر میری سنّت اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت لازم ہے)۔

مسئلہ ۸۔ شیرینی تقسیم کرنا جائز ہے

قَالَ : مؤلف اربعین نے آٹھویں مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ اگر شیرینی تقسیم کریں تو جائز اور مباح ہے۔

اَقُولُ : میں کہتا ہوں کہ شیرینی عرف میں میٹھے کھانے کو کہتے ہیں۔ فلا فرق بینهما (ان دونوں میں کوئی فرق نہیں) جیسا کہ تم خود اس کا اقرار کرچکے ہو بسلسلہ طعام شرح مشکوٰۃ شریف سے۔

لڑکیوں کے کان چھدوانے پر کھانا کھلانا مستحب ہے

قَالَ : مؤلف اربعین کا قول کہ لڑکیوں کے کانوں میں سوراخ کرتے وقت کھانا تیار کرنا اور کھلانا کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گذرا۔

اَقُولُ : میں کہتا ہوں کہ صحابہ کرامؓ کا آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے زمانہ میں کسی فعل کو دیکھنا اور منع نہ کرنا تقریر ہے جس سے فعل کی سنیت ثابت ہوئی ہے، جیسا کہ حمادیہ کتاب میں ہے۔ لہٰذا عورتوں کے حق میں یہ فعل سنّت قرار پائے گا۔ اور حصولِ نعمت میں غور و فکر سے شیرینی تقسیم کرنا، کھانا تیار کرنا بھی مستحب ہو گا، جیسا کہ بوقتِ ختنہ یہ چیزیں مستحب ہیں۔

---

[48] سنن ابن ماجہ، کتاب المقدمہ، حدیث ۴۴

مسئلہ ۹۔ بچوں کو مہندی لگانا حرام نہیں

قَالَ: نویں مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے مؤلف اربعین نے کہا کہ چھوٹے بچوں (لڑکوں) کے ہاتھ اور پاؤں پر مہندی لگانا حرام ہے۔

اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ لفظ لَا یَنۡبَغِیۡ جو حرمت کی سند کے طور پر لایا گیا ہے، دال علی الحرام نہیں بلکہ کراہت و مکروہیت پر دال ہے۔ طحطاوی اور درّ مختار کے حاشیہ میں تحریر ہے کہ مردوں کے لئے مکروہ ہے تاکہ مشابہت نساء لازم نہ آئے۔ چنانچہ ہدایہ شریف میں ریشم کے استعمال کو (مردوں کے لئے) مکروہ کہا۔ لہٰذا حرام کا اطلاق جائز نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَا تَصِفُ اَلۡسِنَتُكُمُ الۡكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفۡتَرُوۡا عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ ؕ"[49] (ترجمہ: اور وہ جھوٹ مت کہا کرو جو تمہاری زبانیں بیان کرتی رہتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے اس طرح کہ تم اللہ پر جھوٹا بہتان باندھو)۔

بالغ اور نابالغ کے لئے احکامِ شریعت یکساں نہیں

قَالَ: مؤلف اربعین نے کہا کہ جو چیزیں بالغ مرد کے لئے جائز ہیں وہ نابالغ بچے کے لئے بھی جائز ہیں۔

اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ عقودِ شریعہ خرید و فروخت وغیرہ بالغ کے لئے جائز ہیں مگر نابالغ کے لئے بلا اذن جائز نہیں۔ نکاح طلاق وغیرہ سب اس کی مثالیں ہیں۔ لہٰذا بالغ نابالغ پر یکساں حکم لگانا جائز نہیں۔

---

[49] سورۃ النحل ۱۶، آیۃ ۱۱۶

مسئلہ ۱۲۔ نکاح سے پہلے کھانا کھلانے سے ولیمہ کی سنت ادا ہوجاتی ہے

قَالَ : مؤلف اربعین نے بارھویں مسئلہ کے جواب میں کہا کہ عقدِ نکاح سے پہلے کھانا کھلانا سنّت نہیں۔

اَقُولُ : میں کہتا ہوں کہ مؤلف نے خود زین العرب محشی مشکوٰۃ شریف سے نقل کیا کہ ان الولیمة یکون بعد الدخول وقیل عند العقد وقیل عندھما (ولیمہ دخول کے بعد ہوتا ہے، اور بعض نے کہا کہ بوقتِ نکاح اور بعض نے کہا کہ بوقتِ نکاح یا بعد از دخول جو بھی کھانا کھلایا جائے وہ ولیمہ ہے)۔ اور مؤلف نے خود تفسیر کی ہے کہ ولیمہ بوقتِ نکاح یا بعد دخول یا ہر دو ان نعمت کے شکریہ میں جو کھانا تیار کیا جائے ولیمہ ہے۔ خود 'نزدیک عقد نکاح' تحریر بھی کیا پھر نفی بھی کرتے ہیں۔ متضاد عبارات لکھ کر اپنے آپ کو موردِ الزام بنا رہے ہیں۔ اس عبارت سے یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ جو کھانا بوقتِ نکاح تیار کیا جائے اس سے ولیمہ کی سنّت ادا ہوجاتی ہے۔

مسئلہ ۱۳۔ مستحب پر اصرار کرنا

قَالَ : تیرھویں مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے مؤلف اربعین کہتے ہیں کہ ملا علی القاری نے شرح مشکوٰۃ میں تحریر کیا کہ مَنْ اَصَرَّ عَلیٰ اَمْرٍ مَنْدُوْبٍ وَّ جَعَلَهٗ عَزْمًا وَّ لَمْ یَعْمَلْ بِالرُّخْصَةِ فَقَدْ اَصَابَ مِنْهُ الشَّیْطَانُ مِنَ الْاِضْلَالِ فَکَیْفَ مَنْ اَصَرَّ عَلیٰ بِدْعَةٍ وَّ مُنْکَرٍ (جس کسی نے امر مستحب پر اصرار و دوام کیا اور اسے لازم گردان لیا اور رخصت پر عمل نہیں کیا تو بے شک اس نے پالیا شیطان سے گمراہی کا حصہ، پس کیا حال ہوگا اس شخص کا جس نے اصرار کیا امرِ منکر و بدعت پر)۔

اَقُولُ : هٰذَا الْقَوْلُ مُخَالِفٌ لِّمَنْ قَالَ الْعَمَلُ بِالْعَزِیْمَةِ اَوْلیٰ کَمَا هُوَ مَذْکُوْرٌ فِيْ

كُتُبِ الْمُحَقِّقِيْنَ وَ عَلَيْهِ عَمَلُ الْمُتَّقِيْنَ

یعنی جب تک عزیمت پر عمل ممکن ہے رخصت سے اجتناب کرے۔ "وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ" [50] (اور ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک سمت (مقرر) ہے وہ اسی کی طرف رُخ کرتا ہے)۔ اس کے علاوہ مجیب کی دلیل اُس کے دعویٰ کے مطابق بھی نہیں۔ کیونکہ مجیب کا دعویٰ یہ ہے کہ مخطوبہ لڑکی کو علیٰحدہ مکان میں بٹھانا از قسم مباحات ہے، فعل ترک کرنا نہ کرنا برابر ہے۔ اور اصرار فعلِ ترک پر ہو یا فعل پر مکروہ ہے۔ اور ملا علی قاریؒ کی عبارت میں امر مباح نہیں بلکہ امر مستحب کا ذکر ہے۔ لہٰذا تقریب بتام نہ پائی گئی۔

شادی بیاہ کے موقع پر نیوندرا دینا مستحب ہے

قَالَ: بوقت شادی نیوندرا دینے کی رسم رشتہ داروں کو بطور اعانت و امداد جائز ہے۔

اَقُوْلُ: میں کہتا ہوں کہ صلہ رحمی (نہ صرف جائز بلکہ) مستحب بلکہ بعض اوقات واجب ہے۔

مسئلہ ۱۴۔ صلہ رحمی مسنون ہے

قَالَ: مؤلف اربعین نے چودھیں مسئلہ کے جواب میں ذکر کیا کہ شریعت محمدیؐ میں اس کی اصل نہیں۔

اَقُوْلُ: میں کہتا ہوں کہ یہ امور بھی صلہ رحمی میں داخل ہیں۔ قال اللّٰہ سبحانہ مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهٗ وَ مَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهٗ [51] (اللہ تعالیٰ رحم سے فرمائے گا جس نے تجھ کو ملایا اس کو میں ملاؤں گا اور جس نے تجھ سے تعلق کاٹا اس سے میں بھی تعلق

---

[50] سورۃ البقرہ ۲، آیۃ ۱۴۸

[51] صحیح بخاری، کتاب الادب، حدیث ۱۹

کاٹوں گا)۔ پس ان احسانات کی فضیلت اس حدیث سے معلوم ہوئی۔

مسئلہ ۱۹۔ نکاح کے وقت سہرا اور پھولوں کے ہار پہننا جائز ہے

قَالَ : اُنیسویں مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے مؤلف اربعین نے تحریر کیا کہ عورتوں کے لئے سونے اور چاندی کا استعمال جائز ہے، مگر سہرے کے اندر (جو پھولوں سے تیار کیا جاتا ہے) عورتوں کے لئے بھی سونے کا استعمال منع ہے کہ مکروہ ہے، کیونکہ اس میں تشبیہ بالکفار لازم آتی ہے۔ اور وہ سہرہ جو پھولوں سے تیار کیا جاتا ہے وہ بھی مشابہت کفار کی وجہ سے منع ہے۔ بلکہ پھولوں کا ہار بھی جو دولہا یا دلہن کے سر پر بوقتِ نکاح یا بعد از نکاح باندھا جاتا ہے بدعت ہے۔

اَقُولُ : میں کہتا ہوں کہ پھول، عطر یا کسی بھی قسم کی دوسری خوشبو کا استعمال شریعت میں سنّت ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: حُبِّبَ اِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثُ اَلنِّسَاءُ وَ الطِّيْبُ وَ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوة [52] (تمہاری دنیا سے مجھے تین چیزیں پسند ہیں: (منکوحہ) عورتیں، اور خوشبو، اور نماز)۔ اس کے ثبوت میں کسی کا اختلاف نہیں۔ جس چیز کا ثبوت شرع میں موجود ہو تو فرقہ مخالفہ کے کرنے سے اُس کا جواز ختم نہیں ہوتا۔ جیسا کہ بیت الخلاء سے نکل کر مٹی سے ہاتھ مَلنا سنّت ہے، اگر کوئی بددین اس کو اختیار کرے، مشرک اور بت پرست بھی یوں کرنے لگیں تو بھی اس کا جواز ہماری شریعت میں رفع نہ ہوگا۔ لہٰذا سہرا اور ہار کو بدعت کہنا جائز نہیں، مگر یہ کہ جائز کو ناجائز اور ناجائز کو جائز کہنے کی اصطلاح گھڑ لی جائے۔ مصرعہ

بر عکس نهند نام زنگی کافور

یوں ہی جب عورتوں کے لئے سونے چاندی کا استعمال جائز ہے تو سہرہ، پھولوں

[52] یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔ سنن نسائی، کتاب عشرۃ النساء، حدیث ۱ اور ۲

کے ہار، سونے چاندی کے سہرے ہار وغیرہ بھی جائز ہوں گے۔ اور یہ جو کتاب مرأۃ الصفاء میں لکھا ہے کہ دولہا کے سر پر پھول باندھنا، دوپٹہ اوڑھنا بدعت ہے اس سے بدعتِ حسنہ مراد ہے کیونکہ ان چیزوں کے جواز کا ثبوت شرع میں ملتا ہے۔ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

مسئلہ ۲۰۔ بوقتِ نکاح نقارہ بجانا حرام نہیں

قَالَ : مؤلف اربعین نے بیسویں مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ نقارہ بجانا بوقتِ نکاح اعلانِ نکاح کے لئے حرام ہے۔

اَقُولُ : میں کہتا ہوں کہ نقارہ یا طبلہ بجانا بوقتِ نکاح جائز ہے جیسا کہ طحطاوی نے درّ مختار کے قول کی شرح کرتے ہوئے لکھا

وَالملاهي كَالمزامير والطَبَل وَغَيرهمَا اَيْ كَطَبَل اللّٰهْو اَمَّا اِذَا كَانَ لِغَيْرِہٖ كَطَبَلِ الْغُزَاةِ وَ طَبَلِ الْعَرُوْسِ فَيَجُوْز (انتهىٰ)

> (ترجمہ) کھیل کود کے لئے طبلہ نہ بجایا جائے۔ غازیوں کے لئے اور بوقتِ نکاح طبل بجانا جائز ہے۔

ڈھول اور تاشہ طبلہ کے حکم میں ہیں

قَالَ : مؤلف اربعین نے کہا کہ ڈھول اور تاشہ طبل کے حکم میں ہیں۔

اَقُولُ : جب طبل کا حکم شارح درّ مختار کی عبارت سے معلوم ہوچکا، تو اب مجیب کے اپنے قول کے مطابق ڈھول اور تاشہ کو بھی اس پر قیاس کرلیں۔ یعنی سب کا جواز درِّ مختار کے شارح کی عبارت سے عیاں ہے۔[53]

[53] یہ حکم اُس وقت کا ہے۔ لیکن اب ڈھول وغیرہ کھیل کود کے لئے بجاتے ہیں جو سراسر حرام ہے۔ دیکھئے فتاویٰ رضویہ امام اہلِ سنت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ (مترجم)

مسئلہ ۲۱۔ بروزِ قیامت نفسی نفسی کی آواز

قَالَ: مؤلف اربعین نے اکیسویں مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ (روزِ قیامت) ہر چھوٹے اور بڑے سے نفسی نفسی کی آواز سنو گے۔

اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ ہر چھوٹے بڑے کے لفظ سے حضرت شفیع المذنبین امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی استثنا کرنی چاہئے تھی کیونکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَامُ نے تو اُمتی اُمتی کی ندا دی ہے۔

مسئلہ ۲۷۔ دف بجانا اور بغیر موسیقی کے گانا مباح ہے

قَالَ: مؤلف اربعین نے ستائیسویں مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ سُرود جو آلات سے خالی ہو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ محققین علماء اور محدثین نے دَف اور سرود کو بوقتِ نکاح اور عیدین میں نیز بوقتِ ختنہ اور قدوم سافر و دیگر خوشیوں میں جائز کہا۔ اس کی اباحت حدیث شریف سے ثابت ہے جیسا کہ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں مروی ہے۔

عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ ابْنِ عَفْرَاءَ، قَالَتْ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ حِيْنَ بُنِيَ عَلَيَّ، فَجَلَسَ عَلىٰ فِرَاشِيْ كَمَجْلِسِكَ مِنِّيْ، فَجَعَلَتْ جُوَيْرِيَاتٌ لَنَا يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَ يَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ اٰبَائِيْ يَوْمَ بَدْرٍ، اِذْ قَالَتْ اِحْدَاهُنَّ وَ فِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ، فَقَالَ "دَعِيْ هٰذِهٖ، وَ قُوْلِيْ بِالَّذِيْ كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ". [54]

(ترجمہ) رُبَیّع بنت مُعوّذ بن عفراء کہتی ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تشریف لائے اور بچیاں دف کے ساتھ شہدائے بدر کا مرثیہ گارہی تھیں، حضور عَلَیْہِ السَّلَامُ جب تشریف فرما ہوئے تو انھوں نے کہا کہ ہم میں ایک ایسا عظیم

[54] صحیح بخاری، کتاب النکاح، حدیث ۸۲

الشان نبی ہے جو کل کی باتیں جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس بات کو رہنے دو اور مرثیہ کہو۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلِنُوْا هٰذَا النِّكَاحَ وَ اجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَ اضْرِبُوْا عَلَيْهِ بِالدُّفُوْفِ۔[55]

(ترجمہ) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ نکاح کا اعلان کرو، مسجد میں نکاح پڑھو اور دف بجاؤ۔

وَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبٍ الْجُمَحِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الصَّوْتُ وَالدُّفُّ". مشکوٰۃ [56]

(ترجمہ) محمد بن حاطبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ حلال اور حرام کو علیحدہ کرنے والی چیز دف (بجانا) اور (گانے کی) آواز ہے۔

معلوم ہوا کہ دف اور سرود آقائے دو جہاں صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے خود سنے ہیں، اب اس کو ناجائز کہنا بہت ہی بڑی بے ادبی ہے۔ اَللّٰهُمَّ احْفِظْنَا (اے اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھنا)۔

نعت خوانی کی اجرت دینا یا لینا جائز ہے

قَالَ: مؤلف اربعین نے کہا کہ غناء پر اُجرت دینا اور لینا دونوں حرام ہیں۔

[55] جامع ترمذی، کتاب النکاح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۱۰

[56] سنن نسائی، کتاب النکاح، حدیث ۱۷۴۔ سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، حدیث ۱۹۷۱۔ جامع الترمذی، کتاب النکاح، حدیث ۹۔

اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ بلا شرط غناء پر اجرت دینا جائز ہے جیسا کہ درّ مختار میں مرقوم ہے و لو بلا شرط جاز۔

حصہ دوم۔ اہلِ قبور سے متعلق مسائل

مسئلہ ۲۹۔ میت کے لئے ایصال ثواب کرنا مستحب ہے

قَالَ : مؤلف اربعین نے انتیسویں مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ان چیزوں (یعنی نقدی یا غلہ وغیرہ) کو جنازہ کے ہمراہ لے جانا رسمِ جاہلیت ہے۔
اَقُولُ : میں کہتا ہوں کہ رسمِ جاہلیت کہنے کے لئے کسی معتبر کتاب کا حوالہ درکار ہے۔ ان چیزوں کو جنازہ کے ساتھ اس لئے لے جانا تاکہ محتاجوں فقیروں میں تقسیم کی جائیں اور میّت کو ایصالِ ثواب ہو تو یہ جائز ہے۔ اس کا ثبوت حدیث شریف سے ملتا ہے، اور خود مجیب نے صدقہ کی فضیلت برائے اموات کو ثابت کیا ہے اور شرح الصدور سے احادیث بھی نقل کیں، نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

> (ترجمہ) اور مستحب ہے کہ دفنِ میّت کے بعد اس کی طرف سے سات روز تک صدقہ کیا جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ انتقال کے بعد سات روز تک میت کے ایصالِ ثواب کے لئے صدقہ کرنا مستحب ہے۔ پہلے، دوسرے یا تیسرے دن سے منع کرنا امرِ مستحب سے منع کرنا ہے اور اپنے آپ کو اس ثوابِ عظیم سے محروم رکھنا ہے جو امرِ مستحب کے کرنے پر فورًا مل جاتا ہے۔ تَابَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ۔ حالانکہ پہلے ایک مقام پر خود آیۃ

کریمہ " وَ افۡعَلُوا الۡخَیۡرَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ " [57] سے امورِ خیر پر استدلال کر چکے ہیں۔

جس کی نظیر شریعت میں نہیں ملتی اس کا مکروہ اور حرام ہونا

قَالَ : مؤلف اربعین نے کہا کہ جس چیز کی نظیر شریعت میں نہیں ملتی اس کا کرنا مکروہ یا حرام ہے۔

اَقُولُ : میں کہتا ہوں کہ مجیب پر انتہائی تعجب ہے کہ باوجود علم کے متضاد و متناقض باتیں کرتے ہیں اور علماء کے خلاف تعبیرات گھڑتے ہیں۔ اصحابِ فکر و نظر و افکارِ صحیحہ سے یہ بات مخفی نہیں کہ قول مذکور میں مجیب نے لفظ اصل کی بجائے لفظ نظیر ذکر کیا ہے۔ متناقض (متضاد) بات یہ ہے کہ امر کلی کا اثبات کرتے ہیں اور جزئیات کا انکار۔ اس کی مثال یہ ہے کہ صدقہ برائے میت جائز اور مستحب لکھتے ہیں اور خصوصیات تصدق کا انکار کرتے ہیں۔ (اس کی مثال بالکل ایسی ہے) جیسا کہ کوئی یہ کہہ دے کہ بھیڑ حلال ہے مگر سفید یا سیاہ بھیڑ حرام ہے۔

گر ہمیں مکتب است و ایں ملا
کارِ طفلاں خراب خواہد شد

صدقہ کے لئے وقت کا تعین کرنا

قَالَ : مستحب یہ ہے کہ صدقہ بے ریا اور بغیر تعین وقت و دن کے ہو، ورنہ بدعت ہو گا۔

اَقُولُ : میں کہتا ہوں کہ ہر وہ چیز جس کی اچھائی شارع سے ثابت ہو وقت اور دن

[57] سورۃ الحج ۲۲، آیۃ ۷۷۔ ترجمہ: اور نیک کام کئے جاؤ تا کہ تم فلاح پاسکو۔

کے تعین سے اسکا حسن اور اچھائی زائل نہیں ہوتی، جیسا کہ درّ مختار میں لکھا ہے کہ اَلْمُصَافَحَۃُ حَسَنَۃٌ وَّ لَوْ بَعْدَ الْعَصْرِ وَ الْفَجْرِ (مصافحہ اچھی چیز ہے عصر کے بعد ہو یا فجر کے بعد)۔

مسئلہ ۳۲۔ تعزیت کی دعا میں ہاتھ اٹھانا

قَالَ : مؤلف اربعین نے بتیسویں سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ تعزیت کی دعا کیلئے رفع یدین کرنا بظاہر جائز ہے کیونکہ حدیث شریف سے مطلقًا دعا میں رفع یدین کرنا ثابت ہے، لٰہذا اس وقت بھی رفع یدین کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اس کی تخصیص برائے دعائے تعزیت منقول نہیں۔

اَقُولُ : میں کہتا ہوں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اس مقام پر مؤلف نے حکم کلی جزئیات پر جاری کردیا ہے اور جواز کے قائل ہوگئے ہیں۔ پس لازم ہے کہ اس قائدہ کی رو سے دوسری جگہوں میں بھی جواز کے قائل ہوں اور جواز کا قول کریں۔ دوسری جگہوں اور مقامات سے مراد یہ امور ہیں: ایصالِ ثواب کے لئے رفع یدین کرنا، میّت کے لئے مالی اور بدنی صدقہ کرنا، بین الخطبتین دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا جو کہ معمول بہا ہیں۔ ورنہ مؤلف کے کلام میں تضاد و تناقض مقدم آئے گا۔ اور آخری جملہ کا جواب یہ ہے کہ شارع پر ہر جزئیہ کا حکم بیان کرنا لازم نہیں بلکہ صرف کلی کا حکم ہی بیان کردینا کافی ہے۔ جیسا کہ کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ [58] (ہر نشے والی چیز حرام ہے)۔ جہاں علت یعنی نشہ پایا جائے گا وہ حرام ہوجائے گی اور حرام ہونے کا حکم لگادیا جائے گا۔ فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُولِي الْاَبْصَارِ [59] (اے عقل والو غور کرو)۔ یہ مدعا پر نص قطعی ہے۔

[58] صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، حدیث ۹۳

[59] سورۃ الحشر ۵۹، آیۃ ۲

مسئلہ ۳۳۔ میت کا سوئم کرنا

قَالَ: تینتیسویں مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے مؤلف اربعین نے کہا کہ یہ جو لوگ تیسرے روز تکلفات کرتے ہیں جیسا کہ فرش بچھانا اور خیمہ لگانا اور خوشبو تقسیم کرنا اور اسی طرح کی دوسری چیزیں، (تو یہ سب) بدعتِ شنیعہ ہیں اور شریعت میں ناجائز ہیں۔

اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ مجیب کا دعویٰ بلا دلیل ہے اور اعمال کا دارومدار نیات پر ہے۔ اگر قرآن کریم کے قاریوں کی عزت و تکریم کے لئے فرش بچھایا جائے تو یہ فعل قبولیت کا سبب بن جائے، اور جس شخص کا مکان وسیع نہ ہو بلکہ تنگ اور چھوٹا ہو اگر وہ ان حضرات کے لئے خیمہ لگادے تو اس میں کیا حرج ہے۔ شیرینی تقسیم کرنا اور خوشبو لگانا سنت ہے، اور خوشبو استعمال نہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "ثَلٰثٌ لَا تُرَدُّ اَلطِّيْبُ وَ اللَّبَنُ وَ الْوَسَادَةُ"۔[60]

(ترجمہ) نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ تین چیزوں کا استعمال نہ کرنا برا ہے (یعنی ضرور استعمال کرنی چاہئیں): ا۔ خوشبو، ۲۔ دودھ، ۳۔ وسادہ (تکیہ)۔

مسئلہ ۳۴۔ تیسرے روز قرآن خوانی کرنا

قَالَ: مؤلف اربعین نے چونتیسویں مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ تیسرے دن اکٹھا ہونا، صلحا اور قراء کا ختمِ قرآن کریم کرنا پورے قرآن کا ہو یا ایک سورۃ کا، یہ سب مکروہ ہے جیسا کہ نصاب الاحتساب میں لکھا ہے اِنَّ خَتَمَ الْقُرْاٰنِ جَهْرًا بِالْجَمَاعَةِ وَ يُسَمّٰى بِالْفَارِسِيَّةِ سیپارہ خواندن مَكْرُوْهٌ۔ [61]

اَقُولُ: وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِيْقِ۔ میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ مجیب کا دعویٰ مطابق

---

[60] جامع ترمذی، کتاب الادب، حدیث ۳۰۲۰

[61] نصاب الاحتساب، باب ۱۶، صفحہ ۲۰۵

دلیل نہیں، کیونکہ کتاب نصاب الاحتساب میں سوم کا ذکر تک نہیں اور دعویٰ کا سب سے بڑا جز یہی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ صاحبِ احتساب نے ختمِ قرآن جہرًا بالجماعۃ کو مکروہ کہا کیونکہ اس طرح کی قرأت مفوت الاستماع القرآن ہے۔ ایسا اونچا پڑھنے سے قرأت سننے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور استماعِ قرآن واجب بنصِ القرآن ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی تعالیٰ ہے

”وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ“ [62]

(ترجمہ) اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

پس ترکِ واجب کی وجہ سے صاحب نصاب الاحتساب نے کراہیت کا حکم لگایا، اگر قرأت بصورت جہر نہ ہو تو قطعًا کراہیت کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ باقی صاحبِ نصاب کی عبارت سے تیسرے دن کے تعین کی کراہت قطعًا معلوم نہیں ہوتی۔

باقی مجیب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ تیسرے دن کے تعین و تقرر سے دو غرضیں ہیں (۱) اہل میّت سے تعزیت کرنا (۲) قرآن کا پڑھنا، تسبیح و تہلیل کرنا اور اس کا ثواب میت کی روح کو ایصال کرنا۔ اور تعزیت امرِ مسنون ہے، مجیب نے خود اس کے جواز کا حکم دیا ہے۔ اور قرآن پڑھنا، تسبیح و تہلیل کرنا اور اس کا ثواب میت کی روح کو ایصال کرنا یہ بھی حدیث شریف سے ثابت ہے۔ پس ان اغراض کی وجہ سے یہ بھلائی کب مکروہ ہے۔ کوئی دلیل بیان کرو تاکہ میں اس کا جواب دوں۔ جبکہ مقصد سوم و دہم و چہلم وغیرہ سے فقط ایصالِ ثواب ہے، عبادت مالی کا یا بدنی کا، اور یہ امر اہلِ سنت کے نزدیک بالکل جائز ہی نہیں بلکہ متفق علیہ ہے، صرف معتزلہ کا اختلاف ہے۔ جیسا کہ ہدایہ کے حاشیہ میں مذکور ہے

و مما یدل علیٰ ھٰذا ان المسلمین یجتمعون في کل عصر و زمان و یقرؤون القرآن و یھدون ثوابه لموتاھم و علیٰ ھٰذا اھل الصلاح و الدیانة من کل مذھب

[62] سورۃ الاعراف ۷، آیۃ ۲۰۴

من المالكية و الشافعية و غيرهم و لا ينكر ذالك منكر فكان اجماعًا عند اهل السنة و الجماعة خلافًا للمعتزلة (انتهیٰ)۔

(ترجمہ) وہ چیز جو اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ایصالِ ثواب جائز اور مستحب ہے وہ ہر زمانہ میں صلحاء اور اہلِ دیانت لوگ جمع ہوکر قرآن پڑھتے اور اس کا ثواب میت کو ایصال کرتے اور وہی طریقہ مالکیہ اور شافعیہ کا ہے، اس کا کسی نے انکار نہیں کیا اور کوئی بھی منکر نہیں رہا لہٰذا اس پر اہلسنت کا اجماع ثابت ہوا، ہاں معتزلہ نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے۔

پس جس وقت اہلسنت کا اجماع ثابت ہوجائے اور اس کا کوئی بھی منکر نہ گزرا ہو تو ایسے اجماع کے خلاف قول کرنا تباہی و بربادی کو دعوت دینا ہے۔ اور کون عقلمند اس مخالف اجماع کا قول سن کر قبول کرنے کے لئے تیار ہوگا مگر عوام کالانعام جو کھرے اور کھوٹے میں تمیز نہیں کرسکتے، یہ لوگ ان کو اغوا کرلیتے ہیں اور خلاف اہلسنت راستہ کشادہ کرلیتے ہیں اور بمطابق حضرت سید الانام صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی اس حدیث شریف کے مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَلَهٗ وِزْرُهَا وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا [63] (جس نے اسلام میں برا راستہ نکالا اس پر اس کا بوجھ بھی اور عمل کرنے والوں کا بوجھ بھی ہے) اپنے جاہل معتقدین کا بوجھ بھی اٹھاتے ہیں۔ شعر

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت
کہ باکہ باختۂ عشق در شب دیجور

"اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَ الْاَرْضِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ" [64]

63 صحیح مسلم، کتاب الذکوٰۃ، حدیث ۸۸۔ سنن نسائی، کتاب الذکوٰۃ، حدیث ۱۲۰
64 سورۃ الزمر ۳۹، آیۃ ۴۶

(ترجمہ) اے زمینوں آسمانوں کے پیدا کرنے والے تو ہی فیصلہ فرمائے گا اس امر کا کہ جس میں تیرے بندے اختلاف کرتے تھے۔

خیرات سے روکنا اور حسنات سے باز رکھنا اگر اس وبال اور بوجھ کا سبب بن جائیں تو اس میں کوئی عجب نہیں۔ یہ اجتماع امرین کو منع کرتے ہیں حالانکہ یہاں اجتماع مستحبین ہے اور جہاں اجتماع مستحبین ہو وہ بطریق اولیٰ خود بھی مستحب ہوتا ہے اور نورٌ علیٰ نور ہوجاتا ہے۔

"نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ؕ یَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ" [65]

(ترجمہ) نور کے اوپر نور ہے، اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور تک پہنچا دیتا ہے۔

شعر

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

(ترجمہ) اگر دن میں چمگادڑ کو سورج کی ٹکی نظر نہ آئے تو اس میں سورج کا کیا گناہ، سب قصور اس کی آنکھوں کا ہے۔

دوسرا شعر [66]

سکندر را نمی بخشند آبی
بزور و زر میسّر نیست این کار

[65] سورۃ النور ۲۴، آیۃ ۳۵
[66] حافظ شیرازی، غزلیات، غزل ۲۴۵

(ترجمہ) سکندر کو آبِ حیات عطا نہیں کیا۔ یہ چیز دولت اور طاقت سے نہیں ملتی۔

میت کے ایصال ثواب کے لئے کھانا پکانا اور دعوت کرنا

قَالَ: کھانا پکانا اور دعوت کرنا ان دنوں میں مکروہ ہے۔

اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ ہرگز ہرگز نہیں بلکہ اس دعوت کو قبول کرنا سنّت ہے، اور اس کے سنت ہونے کی دلیل وہ حدیث شریف ہے جو مشکوٰۃ المصابیح میں بروایت عاصم بن کلیب مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنے ایک صحابی کو دفنا کر فارغ ہوئے تو اس متوفی صحابی کی بیوہ نے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں قاصد بھیج کر بمعہ صحابہ دعوتِ طعام دی۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بمعہ صحابہ اس میت والے گھر تشریف لائے دعوت کو قبول کیا کھانا تناول فرمایا، حالانکہ دعوت کا دن اس شخص کی وفات کا پہلا دن تھا۔ اگر ایسی دعوت مکروہ ہوتی تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اس دعوت کو ہرگز قبول نہ فرماتے۔ لیکن کیا کیا جائے مؤلف اربعین کی عادت ہے سنت کو مکروہ بنانا اور ناجائز گردانتا۔

اور جن فقہی روایات سے اس دعوت کا مکروہ ہونا معلوم ہوتا ہے وہ قسم خاص پر محمول ہیں، اور وہ قسم خاص (۱) یہ ہے کہ لوگ خودبخود میت والے گھر میں جمع ہوجائیں، شرم و حیاء کی وجہ سے اہل بیت اپنی زبان سے کچھ نہ کہہ سکیں، حالانکہ اہل بیت ان لوگوں کو کھانا کھلانے پر راضی خوشی سے تیار نہ ہوں بلکہ محض امر مجبوری سے کھانا کھلائیں۔ ایسا کھانا مکروہ ہے۔ (۲) یا یہ کہ میت کے وارث نابالغ ہوں یا غیر حاضر ہوں اور شخص معین کی ملکیت سے طعام نہ تیار کیا گیا ہو یا ابھی میت کا ترکہ تقسیم نہ کیا گیا ہو تو بیشک مذکورہ بالا صورتوں میں میت کے گھر سے کھانا کھانا کراہیت سے خالی نہیں، جیسا کہ ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ شریف میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اگر مزید وضاحت چاہئے تو اس کتاب کی طرف رجوع کریں۔ نیز قاضی خان نے بھی اپنے فتاویٰ قاضی خان میں اس کا ذکر کیا ہے: ”و ان

اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا" (اور اگر ایسا اجتماع مسکینوں کو کھانا کھلانے کے لئے کیا جائے تو اچھا ہے)۔ مؤلف اربعین نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ مؤلف کی متضاد تحریروں میں سے ایک تحریر یہ بھی ہے جیسا کہ میں پہلے اشارہ کرچکا ہوں۔

کھانے پر فاتحہ پڑھنا

قَالَ: مؤلف اربعین نے کہا کہ کوئی چیز کھانے پر پڑھنا اور ہاتھ اٹھانا فاتحہ مروجہ کے طور پر علمائے سلف سے منقول نہیں۔

اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ کھانے پر ہاتھ اٹھانے سے مقصد صرف مغفرت کی دعا کرنا ہے اور کھانے کا ثواب میت کی روح کو ایصال کرنا ہے، اور رفع یدین یعنی طعام پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا شرائط دعا سے ہے جیسا کہ حصن حصین کتاب میں مرقوم ہے۔ اور مؤلف اربعین نے بھی بتیسویں (۳۲) مسئلہ کے جواب میں اس امر کا اقرار کیا ہے۔ اور یہ امر علماء و صلحاء کا معمول بہا ہے، یہ حضرات سلف سے تعلق رکھتے ہیں یا خلف سے۔ فَثَبت نَقْلُهٗ عَنِ السَّلَفِ وَ الْخَلَفِ وَ بَطَلَ نَفِيُهٗ (اس امر کا ثبوت سلف خلف سے ہوا لہٰذا نفی باطل ٹھہری)۔ اور لفظ "قبل" تناول سے پہلے اربعین کی عبارت میں کاتب سے رہ گیا ہے ورنہ عبارت کے معنی درست نہیں ہوں گے۔

مسئلہ ۳۵۔ اختلاف کی صورت میں احتیاط پر عمل کرنا

قَالَ: مؤلف اربعین نے پینتیسویں مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ در صورت اختلاف عمل بالاحتیاط باید یعنی اختلاف کی صورت میں محتاط پر عمل کرنا چاہئے۔

اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں احتیاط کی صورت یہی ہے کہ فتویٰ کے مطابق عمل کیا جائے اور در مختار میں فتویٰ اسی صورت پر صادر کیا ہے۔ لہٰذا اسی پر عمل بالاحتیاط ہے کیونکہ علمائے احناف کے نزدیک یہ کتاب معتبر ہے۔

مسئلہ ۳۶۔ عرس کا دن مقرر کرنا

قَالَ : چھتیسویں مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے مؤلف اربعین نے کہا کہ عرس کا دن مقرر کرنا جائز نہیں۔

اَقُولُ : میں کہتا ہوں کہ لفظ عرس کا اطلاق دو چیزوں پر ہوتا ہے، ایک یہ کہ عرس نام ہے قرآن کریم کلمہ شریف پڑھنے اور اس کا ثواب میت کو ایصال کرنے کا، نیز طعام و شیرینی کھلانا و تقسیم کرنا اللہ تعالیٰ کے نام پر اور ایصال ثواب برائے میت جو کہ علماء و صلحاء کا معمول ہے، مقصد اس سے صرف عبادت مالی و بدنی کا ثواب میت کو ایصال کرنا ہے۔ اور یہ امر اہل سنت کے نزدیک مسلم و متفق علیہ ہے اور اس کی خوبی و اچھائی میں شک تک نہیں۔ اس کا حسن و اچھا ہونا میں پہلے بیان کرچکا ہوں اور مؤلف اربعین بھی اس کے قائل ہیں۔ لیکن تعین یوم کے منکر ہیں، لیکن مؤلف کا یہ انکار تعصب پر مبنی ہے، ورنہ یوم کا تعین اکثر امور میں خود شارع عَلَيْهِ السَّلَامُ سے ثابت ہے:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ نُعْمَانَ يرفع الْحَدِيْث اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ زَارَ قَبْر اَبويْه اَوْ اَحَدِهِمَا فِيْ كُلِّ جُمْعَةٍ غُفِرَ لَهٗ وَ كتب بَرًّا. رواه البيهقي في شعب الايمان

(ترجمہ) محمد بن نعمان مرفوعًا روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس شخص نے ہر جمعۃ المبارک کو اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی، اللہ تعالیٰ بخش دیگا اس کے گناہ اور اس کو گناہوں سے پاک لکھ دیا جائے گا۔

وَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ يَوْمُ السَّبْتِ وَ يَوْمُ الْاَحدِ اَكْثَرَ مَا يَصُوْمُ مِنَ الْاَيَّامِ وَ يَقُوْلُ: ”اِنَّهُمَا يَوْمَا

عِيْدٍ لِّلْمُشْرِكِيْنَ، فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اُخَالِفَهُمْ". رواه احمد [67]

(ترجمہ) حضرت ام سلمہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہفتہ و اتوار دوسرے دنوں کی نسبت زیادہ روزہ رکھتے اور فرماتے کہ یہ دو دن مشرکین کے لئے عید کے یعنی کھانے پینے کے ہیں اس لئے یہ مجھے پسند ہے کہ اس بارے ان کی مخالفت کروں۔

وَ عَنْ حَفْصَةَ، قَالَتْ اَرْبَعٌ لَمْ يَكُنْ يَدَعُهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صِيَامَ عَاشُوْرَاءَ وَالْعَشْرَ وَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَ رَكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ. رواه النسائي [68]

(ترجمہ) حضرت حفصہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فرماتی ہیں کہ چار چیزیں ایسی ہیں جنکو حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے کبھی نہیں چھوڑا، عاشورہ کا روزہ، دس دن (کے روزے)، ہر ماہ میں تین دن کا روزہ، اور فجر کی سنتیں۔

وَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ يَوْمَ الاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسَ. [69] وَ فِيْ رِوَايَةٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنَ فَقَالَ فِيْهِ وُلِدتُّ وَ فِيْهِ اُنْزِلَ عَلَيَّ. [70] رواه مسلم

---

[67] مرقاۃ المفاتیح

[68] سنن نسائی، کتاب الصیام، حدیث مرقوم ۳۲۷

[69] سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، حدیث رقم ۱۸۱۲

[70] صحیح مسلم، کتاب الصیام، حدیث رقم ۲۵۶

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سوموار اور جمعرات کے دن کا روزہ رکھتے تھے، بلکہ ایک روایت میں ہے کہ آپ سے اس دن یعنی سوموار کے روزہ رکھنے کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ میری ولادت اور قرآن کریم کے نزول کا دن ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ سوموار کے دن کی فضیلت حضرت رحمۃ للعالمین سید المرسلین صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی ولادت باسعادت اور نزولِ قرآن کی وجہ سے ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس ایام مذکور کی تخصیص بالفضیلت بایں وجہ ہے کہ ان ایام میں ایسے واقعات رونما ہوئے جو دوسرے ایام میں نہیں۔ اور جس مسئلہ میں ہم گفتگو کررہے ہیں اس میں بھی یوم کی تخصیص فضیلت کے ساتھ اسی وجہ سے ہے، وہ یہ کہ اللہ کے محبوب بندوں نے ان ایام میں دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف انتقال کیا ہے۔ اور "اَلْمَوْتُ جَسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ" (موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملانے کا ذریعہ اور وسیلہ ہے)، ایسے دوست کے ساتھ کہ عمر بھر یہی آرزو اور تمنا کرتا رہا کہ وصل حاصل ہو۔ اسی وجہ سے اس دن کے پروگرام کا نام عرس رکھا گیا۔ حضرت مولانا روم رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فرماتے ہیں [71]

من شوم عریاں ز تن او از خیال
تا خرامم در نہایات الوصال

(ترجمہ) میں تن سے اور وہ خیال سے جب عاری ہوجائیں گے تو تب وصال حاصل ہو گا۔

اور حضرت سید الانام صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا بوقتِ وصال اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى کہنا اس مدعیٰ پر نصِ صریح ہے۔[72] اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی

71 مثنوی معنوی، دفتر ششم

72 صحیح البخاری، کتاب المغازی، حدیث رقم ۴۷۹

جانب سے جس دن نعمت کا حصول ہو اس دن عبادت و خیرات کرنا سنت ہے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے سوموار کے دن روزہ رکھ کر جو کہ ایک خالص عبادت ہے اس امر کو واضح فرما دیا کہ نعمت کا دن خدا کے شکر کا دن ہے۔ اور حضرت امیر المومنین عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا سورہ بقرہ کے اختتام پر اونٹ ذبح کرنا اور دوستوں کے لئے کھانا تیار کرنا بھی اس بات کی بین دلیل ہے، جیسا کہ میں پہلے جوابوں میں ذکر کرچکا ہوں اور مؤلف اربعین بھی اس کا معترف ہے۔ اور مشائخ کرام، جو علم اور یقین کے جامع ہیں اور ان کا قدم سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے قدم پر ہے، ان کے اقوال و افعال محبوبِ رب العالمین عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی موافقت اور پسند میں ہیں، بلکہ یہ لوگ خلفائے راشدین میں داخل ہیں

لان الجمع المحلیٰ بِاللَّامِ فِيْ قَوْلِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْھَادِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ یفید الاستغراق کَمَا تقرر فِيْ عِلْمِ اُصُوْلِ الْفِقْہِ۔

پس ان (مشائخ کرام) کی سنت خلفائے راشدین عَلَیْہِمُ الرِّضْوَانُ کی سنت قرار پائی اور خلفائے راشدین کی سنت کا انکار سید الابرار و قبلۃ الاخیار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے قول کا انکار ہے، اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے حکم سے اعراض اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کے حکم سے روگردانی ہے۔ "مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ" [73] (جس نے رسول ﷺ کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا) اس مدعیٰ پر نصِ قاطع ہے، "وَ مَآ اٰتٰىکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَ مَا نَھٰىکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا" [74] (اور جو کچھ رسول ﷺ تمہیں عطا فرمائیں سو اُسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو اُس سے رُک جایا کرو) اس مدعا پر شاہد عدل ہے۔

مقصد کی وضاحت یوں ہے کہ عرس میں مطلق دعوت دینا رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ

[73] سورۃ النساء ۴، آیۃ ۸۰

[74] سورۃ الحشر ۵۹، آیۃ ۷

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سنت ہے اور دن کا تعین کرکے دعوت دینا خلفائے راشدین کی سنت ہے۔ اَلْعَاقِلُ وَ الْمنصِفُ یکفیه الاِشَارَة وَالْمتعصب لَا یفیده التَّصرِیح۔ (عاقل اور منصف شخص کے لئے اشارہ ہی کافی ہے۔ متعصب اور غالی کو تصریح بھی مفید نہیں)

"وَ اِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوْكَ یُجَادِلُوْنَكَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۝"۔[75]

(ترجمہ) اگرچہ تمام نشانیاں بھی دیکھ لیں پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے، جب تیرے پاس آئیں گے تو جھگڑنے لگیں گے اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ کہیں گے کہ نہیں ہیں یہ مگر پہلے لوگوں کے قصے۔

دوم خود ساختہ خلافِ شرع اُمور پر عرس کا اطلاق، سو اس کو عرس کہنا عوام کالانعام کا کام ہے اور اسی قسم کے عرس کو قاضی ثناء اللہ پانی پتی (رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْہِ) نے ناجائز کہا۔ اس قسم کے عرس کو کوئی بھی جائز نہیں کہہ سکتا۔ عرس بمعنی قسم اول کو قاضی صاحبؒ نے بھی ناجائز نہیں کہا جیسا کہ مؤلف اربعین ان کی عبارت سے سمجھا ہے۔

کھانا گھروں میں بھیجنا

قَالَ: مؤلف اربعین نے کہا کہ طعام تیار کرکے گھر گھر تقسیم کرنا جسکو بھاجی کہتے ہیں اس کا کوئی اعتبار نہیں اور اس سے ثواب کی امید رکھنا غلط ہے۔
اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ طعام تیار کرکے عزیز و اقارب اور دوستوں کے گھروں میں بھیجنا سنت ہے نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے

[75] سورۃ الانعام ۶، آیۃ ۲۵

وَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيُ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، وَ مَا رَاَيْتُهَا قَطُّ، وَ لٰكِنْ كَانَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا، وَ رُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ، فَيُقَطِّعُهَا اَعْضَاءً، ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِيْ صَدَائِقِ خَدِيْجَةَ، فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهٗ: كَاَنَّ لَمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا امْرَءَةٌ اِلَّا خَدِيْجَةُ! فَيَقُوْلُ: "اِنَّهَا كَانَتْ وَ كَانَتْ وَ كَانَ لِيْ مِنْهَا وَلَدٌ". متفق علیه[76]

(ترجمہ) امّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فرماتی ہیں کہ جتنا رشک میں نے خدیجۃ الکبریٰ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا پر کیا، حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی بیویوں میں سے کسی پر بھی نہیں کیا۔ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ان کے وصال کے بعد بھی اکثر ان کا ذکر کرتے اور بسا اوقات بکری ذبح کرکے اس کے گوشت کے ٹکڑے بناکر حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کے گھروں میں روانہ کرتے۔ اور بسا اوقات میں حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے عرض کرتی کہ آپ تو اس حد تک ذکر فرماتے ہیں گویا دنیا میں سوائے حضرت خدیجہ کے دوسری کوئی عورت ہے ہی نہیں۔ آپ ﷺ فرماتے وہ ایسی اور ایسی تھی، اور میری اولاد بھی اس سے ہوئی۔

چنانچہ اس حدیث سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا کہ گوشت وغیرہ دوستوں رشتہ داروں کے گھروں میں بھیجنا نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی سنت ہے اور سنت پر عمل کرنے میں ثواب اور اجرِ عظیم ہے۔ سنت پر عمل کرنے میں ثواب کی امید نہ رکھنا اہلِ سنت کے مذہب کے بالکل خلاف ہے۔

وَ عَنْ بِلَالِ ابْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْيَا سُنَّةً مِّنْ سُنَّتِيْ قَدْ اُمِيْتَتْ بَعْدِيْ فَاِنَّ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ

[76] ریاض الصالحین، کتاب المقدمات، حدیث رقم ۳۴۴

اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا.[77]

(ترجمہ) بلال بن حارث المزنی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس شخص نے زندہ کیا میری ایک سنت کو جو میرے وصال کے بعد ختم ہورہی تھی، تو اس شخص کو تمام عمل کرنے والوں کے برابر اجر دیا جائے گا، بغیر اس کے کہ کسی کا اجر کم کیا جائے۔

بر شکر غلطید ای صفرائیان
از برای کوری سودائیان

(ترجمہ) شکر پر لوٹو اے صفرا والو، سودا والوں کے اندھا پن کی وجہ سے۔

میت کی روح کا اپنے گھر آنا

قَالَ: مؤلف اربعین نے کہا کہ یہ جو بعض روایات میں آتا ہے کہ میت کا روح بعض راتوں میں مثلاً جمعہ جمعرات شب برأت وغیرہ میں اپنے گھر آتا ہے، اس قسم کی روایات معتبر کتابوں یعنی صحاح ستہ میں نہیں۔ اور جب تک روایت صحیح مرفوع متصل الاسناد نہ ہو وہ درجہ اعتبار سے ساقط ہوتی ہے۔

اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ مؤلف اربعین کا قول دو وجہ سے کمزور ہے۔

وجہ اول یہ ہے کہ صحیح احادیث کا حصر صحاح ستہ میں ہی نہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی کتبِ احادیث میں صحیح احادیث موجود ہیں اور تمام علماء نے ان کو قبول کیا ہے۔ صاحبِ مشکوٰۃ اور حصن حصین کے مصنف کے صحاح ستہ کے علاوہ دوسری کتابوں میں بہت زیادہ روایات نقل کی ہیں۔ کما لا یخفیٰ علی المتتبع (جیسا کہ غور و فکر کرنے والے پر یہ امر مخفی نہیں)۔ مسند امام اعظمؒ، مسند امام شافعیؒ، مسند امام احمدؒ،

[77] جامع ترمذی، کتاب العلم، حدیث رقم ۳۳

مؤطا امام محمدؒ اور ان کے آثار۔ مؤطا امام مالکؒ بعض کے نزدیک ان کتب سے بھی اوپر ہے جنکو صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ اور ہر ایک امام کا مقلد اپنے امام کی مسند کو صحاح ستہ سے زیادہ صحیح مانتا ہے۔

وجہ دوم یہ ہے کہ حنفی مذہب والے کو حق نہیں کہ ایسا قول نقل کرے جو اس کے امام کے مذہب کے خلاف ہو۔ مؤلف اربعین کا یہ قول کہ جب تک روایت مرفوع متصل الاسناد نہ ہو تو درجہ اعتبار سے ساقط ہے، امام اعظمؒ کے مذہب کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ سنت کی تقلید میں امام صاحب سب سے سبقت لے گئے ہیں۔ مگر بایں وجہ حدیث مرسل کو سند کی طرح ہی قابلِ اتباع گردانتے ہیں اور اپنی رائے پر حدیث مرسل کو مقدم رکھتے ہیں، اور اسی طرح قولِ صحابی کو بھی، کیونکہ صحابہ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ أَجْمَعِیْنَ حضور خیر البشر عَلَیْہِ وَ عَلَیْہِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ کی صحبت کے شرف سے مشرف ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مقدمہ مشکوٰۃ میں نقل کیا کہ

> (ترجمہ) حدیث مرسل امام اعظمؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک مطلقًا مقبول ہے، کیونکہ ارسال بوجہ کمال ترقی و اعتماد ہے، کیونکہ بحث ثقہ راویوں کی ہے۔ اگر راوی کے نزدیک مروی عنہ ثقہ نہ ہوتے تو وہ کبھی بھی ارسال نہ کرتا اور ”قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ“ کبھی بھی نہ کہتا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک بھی اگر حدیث مرسل کی تقویت اور تائید کسی دوسرے طریقہ سے ہوجائے تو وہ مقبول ہے۔ امام احمدؒ سے دو قول منقول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مقبول ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ توقف ہے۔

افسوس ہزار افسوس! جب ایسے مقتداؤں پیشواؤں سے مذاہبِ اربعہ کے خلاف کام سرزد ہو تو ان کے ماننے والوں کا کیا حال ہوگا اور وہ بھی کیوں نہ مذہب کے معاملہ میں آزاد اور بیباک ہوجائیں گے۔ افسوس ایک بار نہیں صد بار افسوس!

شیخ عبدالحق محدثؒ کی عبارت

قَالَ: شیخ عبدالحق نے کمزور اور غرابت کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے۔
اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ شیخ نے مشکوٰۃ کے ترجمہ میں یوں تحریر کیا ہے "در بعضی روایات آمدہ است کہ روحِ میت می آید در خانۂ خود را شب جمعہ پس نظر می کند کہ تصدق می کنند از وی یا نہ" (یعنی بعض روایات میں آیا ہے کہ میت کی روح جمعہ کی رات کو اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے اہل خانہ صدقہ کرتے ہیں یا نہیں)۔ شیخ کی اس عبارت میں غرابت کا ذکر کہیں بھی نہیں۔

مسئلہ ۳۷۔ پختہ قبریں اور گنبذ بنانا

قَالَ: سینتیسویں مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے مؤلف اربعین نے کہا کہ قبر پختہ بنانا، اور چبوترہ، گنبذ یا چار دیواری قبر کے پاس بنانا جائز نہیں۔
اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ قبر کا اوپر کا حصہ پختہ بنانا بلا کراہت جائز ہے جیسا کہ در مختار اور اس کی شرح میں موجود ہے۔ اما لو كان فوقه من فوق اللبن فلا يكره ذالك ابن مالك لانه يكون عصمة من السبع و صيانة عن النبش سراج (اگر یہ پختہ بنانا قبر کے اوپر کے حصہ سے ہے تو یہ مکروہ نہیں)۔

اور گنبذ تعمیر کرنے کے متعلق بھی صاحبِ در مختار نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور طوالع الانوار شرح در مختار میں ہے:

> ايّد قوله ايضًا حيث قال و لا يرفع عليه بناء و قيل لا بأس به اي بالتطيين و البناء اما الاول فلما في الخلاصة و لا باس بالطتيين و اما الثانی فلما نقل في الامداد عن التفاوى الكبرى مانصه و اليوم اعتاد والتسنيم باللبن صيانة للقبر عن النبش و رأوا ذالك حسنًا و قال عليه

السلام ما رأه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن و ان خيف مع التسنيم ورش الماء عليه فلا باس بحجر يوضع او اٰجر فالاٰجر لا يكره على الظاهر و في الغياثية و عليه الفتوى و قد اعتاد اهل مصر وضع الاحجار للقبر تحرزا عن الاندراس والنبش و في الظهيرية و لو وضع عليه شيئًا من الاحجار و كتب عليه شيئا فلا باس به عند البعض لانه لما دفن عثمان بن مظعون اَمَرَ النبي صلى اللّٰه عليه وسلم رجلا ان ياتيه بحجرة فلم يستطع حملها فقام اليها عليه السلام فخر عن ذراعها ثم حملها فوضعها عند راسه و قال اعلم بها قبر اخي واقبر اليه من مات من اهلي رواه ابوداؤد و في الحجة و اذا خربت القبور فلا باس بتطيينها لما روي ان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم مر بقبر ابنه ابراهيم فراي فيه حجر اسقط منه فشده و قال من عمل عملا فليتقنه و هو المختار كما في كراهة السراجية و في جنائزها و لا باس بالكتابة ان احتيج اليها حتى لا يذهب الاثر و لا يمتهن القبر

(ترجمہ) اپنے اس قول کی تائید میں انھوں نے اس مقام پر جہاں لو يرفع عليه بناء کہا، بعض نے کہا قبر کو لیپ دینے اور بناء اس پر بنانے میں کوئی حرج نہیں۔ لیپ کے متعلق تو خلاصہ میں کہا لا بأس کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن ثانی تو امداد الفتاویٰ میں فتاویٰ کبریٰ سے نقل کیا کہ جیسا کہ عادت ہے مسنم بناتے ہیں اور اس فعل کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اور حضور عَلَیْہِ السَّلَامُ نے فرمایا کہ جس کو مؤمن اچھا سمجھیں اللہ تعالیٰ بھی اس کو اچھا جانتا ہے۔ ایسا کرنے میں قبر کے ٹوٹ پھوٹ جانے سے حفاظت متصور ہوتی ہے۔ اگر مسنم بنایا جائے اور پانی ڈالا جائے اور اینٹیں لگادی جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اینٹ رکھنے ظاہر میں غلط نہیں۔ غیاثیہ میں ہے کہ اس پر فتویٰ ہے کہ اہلِ مصر کی عادت ہے کہ وہ قبروں پر پتھر لگاتے ہیں تاکہ نشان نہ مٹ جائیں، گر نہ جائیں۔ اور فتویٰ ظہریہ میں لکھا ہے کہ

اگر قبر پر پتھر رکھے جائیں یا کچھ لکھ دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ عثمان بن مظعون رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فوت ہوئے تو نبی کریم عَلَيْهِ السَّلَامُ نے ایک شخص سے کہا کہ پتھر اٹھا لاؤ تو وہ شخص پتھر نہ اٹھا سکا۔ نبی کریم عَلَيْهِ السَّلَامُ نے آستین چڑھائی اور خود پتھر اٹھایا اور سر کے قریب رکھدیا، فرمایا میں اس کو بطور نشانی رکھ رہا ہوں اور دفن کروں گا جو میری اہل سے فوت ہوا اس کے پاس۔ اور حجۃ میں ہے کہ جب قبریں خراب ہونے لگیں تو لیپ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ نبی کریم عَلَيْهِ السَّلَامُ کا گذر اپنے بیٹے ابراہیم (عَلَيْهِ السَّلَامُ) کی قبر سے ہوا تو آپ نے پتھر گرا ہوا اس میں دیکھا تو آپ نے مضبوطی سے اسے لگایا اور فرمایا جو کام کرے مضبوطی سے کرے۔ اور اگر کتابت کی ضرورت ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں تاکہ نشان نہ مٹ جائیں اور قبر کی توہین نہ ہو۔

اور اسی طرح چبوترہ اور چاردیواری قبر کی زینت کے لئے نہ ہو بلکہ نیک نیتی پر مبنی ہو، مثلاً زائرین کے بیٹھنے کیلئے یعنی پردہ کے لئے دیوار تاکہ نماز کے لئے سترہ کا کام دے، اور خشوع و خضوع پیدا ہو، اس میں کوئی شرعی ممانعت نہیں۔ جیسا کہ مشکوٰۃ شریف کی شرح طیبی میں منقول ہے نیز میر جمال الدین کے حاشیہ میں بھی مرقوم ہے:

اَمَّا مَنِ اتَّخَذَ مَسْجِدًا فِيْ جِوَارِ صَالِحٍ اَوْ صَلّٰى فِيْ مَقْبَرَتِهٖ وَ قَصَدَ بِهِ الْاستظهار يروحه اَوْ وصول اَثَر مِنْ اٰثَارِ عِبَادَتِهٖ اِلَيْهِ لَا لِلتَّعْظِيْمِ له والتوجه نحوه فلا حرج عَلَيْهِ الا تزي ان مَرْقَد اِسْمٰعِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ عِنْدَ الْحَطِيْمِ ثم ان ذَالِكَ الْمَسْجِدُ افضل مكان يتحري المصلىٰ لِصَلوٰتِهٖ والنَّهْيُ عَنِ الصَّلوٰةِ فِي الْمَقَابِرِ يختص بِالْمَقَابِرِ الْمنبوشة لَمَّا فِيْهَا مِنَ النَّجَاسَة

(ترجمہ) جو شخص مسجد تعمیر کرے کسی بزرگ کے مزار پرانوار کے قریب یا نماز ادا کرے مردِ صالح کے مقبرہ میں اور ارادہ کرے بزرگ کی روح سے مدد کا یا اپنی عبادت کے اثر کا جانب بزرگ اور مقصود تعظیم و توجہ جانب بزرگ نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیا نہیں دیکھتا کہ حضرت اسماعیل عَلَيْهِ السَّلَامُ کی قبر منور مسجد حرام میں حطیم کعبہ کے قریب ہے اور مسجد حرام افضل ترین مساجد میں سے ہے۔ جس کا ارادہ نماز ادائے نماز کے لئے کرے۔ اور قبرستان میں نماز پڑھنے سے ممانعت سے مراد وہ قبرستان ہیں جہاں غیر محفوظ قبریں گری پڑی کھلی ہوئی ہوں اس لئے کہ وہاں پر عموماً نجاست رہتی ہے۔

جنازے کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھنا

قَالَ: (مؤلف اربعین نے کہا کہ) کلمہ طیبہ جنازے کے ساتھ اونچا پڑھنا مکروہ ہے۔

اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ اگرچہ بعض فقہاء کے نزدیک مکروہ ہے مگر حدیث شریف سے ثابت ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوْا فِي الْجَنَازَةِ قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. روي عن انس، جامع صغير [78]

(ترجمہ) جامع صغیر میں حضرت انس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جنازہ میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی کثرت کرو۔

پس بنا بر اختلاف اگر کوئی جنازے کے ساتھ ذکر بالجہر کرے تو اس کو منع نہیں کرنا چاہئے۔ جیسا کہ صاحب طوالع الانوار نے شرح اذکار سے نقل کیا ہے

[78] الجامع الصغیر، امام جلال الدین سیوطی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

و نقل عن السيد الطاهر الابدال انه قال السنة و ان كانت هٰهنا السكوت لٰكن قد اعتاد الناس كثرة الصلوٰة علي النبي صلى الله عليه وسلم و رفع اصواتهم و هم ان منعوا ابت نفوسهم عن السكوت والتفكر في امر الموت فيقعون في كلام دنيوي و ربما وقعوا في غيبة و انكار المنكر اذا افضى الى ما هو اعظم منكرا كان تركه احب ارتكابا باخف المفسدتين كما هو القاعدة الشرعية

(ترجمہ) سید طاہر ابدال سے نقل ہے کہ سنت اگرچہ سکوت ہے مگر لوگوں کی عادت ہے کہ اس حال میں وہ نبی کریم عَلَيْهِ السَّلَامُ پر کثرت سے درود شریف پڑھتے ہیں اور آوازیں بلند ہوتی ہیں، اور اگر ان کو منع کیا جائے تو ان کے نفوس سکوت و خاموشی سے انکار کرتے ہیں اور تفکر فی الموات کی بجائے وہ دنیاوی کام میں مشغول ہوجاتے ہیں اور بسا اوقات جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے غیبت میں مشغول ہوجاتے ہیں، اور جب منکر کا انکار اس حد تک بڑھ جائے کہ منکر سے بڑھ کر بڑے بڑے گناہ لازم آنے لگیں تو بہتر یہ ہے کہ اقل مفسد کو اختیار کرتے ہوئے پہلے منکر سے منع کیا جائے جیسا کہ شرعی قائدہ بھی یہی ہے۔

میت کو تلقین کرنا

قَالَ : مؤلف اربعین نے کہا کہ میت کو تلقین کرنے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، ظاہر روایت یہ ہے کہ تلقین نہیں کرنی چاہیے۔

اَقُولُ : میں کہتا ہوں کہ صاحب درِ مختار نے جوہرہ مشروعیہ سے تلقین بعد از دفن نزد اہلِ سنت جائز نقل کی ہے۔

حيث قال و في الجوهرة انه مشروع عند اهل السنة و يكفي قوله يا فلان بن فلان اذكر ما كنت عليه و قل رَضيت بالله ربا و بالاسلام

دينا و بمحمد صلى الله عليه وسلم نبيا قيل يا رسول الله فان لم يعرف اسمه قال ينسب الى حوا يعني فيقال يا ابن حوا و يا بنت حوا انتهى۔ و في الشرح الوجيز نقلا عن الشافعي انه قال يستحب ان يلقن بعد الدفن فيقال يا عبدالله و يا امة الله اذكر ما خرجت عليه من الدنيا من شهادة ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله و ان الجنة حق و ان النار حق والبعث حق والساعة حق اٰتيه لا ريب فيها و ان يبعث من في القبور و انك رضيت بالله ربا و بالاسلام دينا و بمحمد صلى الله عليه وسلم رسولا و نبيا و بالقراٰن اماما و بالكعبة قبلة و بالمؤمنين اخوانًا.

(ترجمہ) کہا جوہریہ میں کہ بے شک یہ تلقین جائز ہے اہلِ سنت کے نزدیک، اور کافی ہے اتنی بات: اے فلاں بیٹے فلاں کے! یاد کر جس پر تو دنیا میں تھا اور کہہ کہ راضی ہوں میں اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی رسالت و نبوت پر۔ کسی نے عرض کیا کہ اگر اس میت کا نام معلوم نہ ہو تو پھر کیا کہا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت حوّا کی طرف نسبت کرکے حوّا کے بیٹے یا بیٹی کہہ کر تلقین کی جائے۔ اور شرح وجیز میں امام شافعی سے نقل کیا گیا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ تلقین دفن کے بعد کی جائے اور کہا جائے اے اللہ کے بندے یا بندی یاد کر اس کو جس پر تو دنیا سے چلا، کلمہ شریف کی شہادت اور جنت و دوزخ بہشت قیامت سب حق ہیں اور قیامت آنے والی ہے، اس میں شک نہیں، جو قبروں میں ہیں سب کو زندہ کیا جائے گا، اور تو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر حضور عَلَيْهِ السَّلَامُ کی رسالت و نبوت پر قرآن کے امام ہونے پر کعبہ کے قبلہ ہونے پر اور مؤمنین کے بھائی چارے پر راضی رہا۔

و قد روى الطبراني عن ابي امامة عن النبي صلى الله عليه وسلم اذا

مات احد من اخوانكم فسويتم التراب على قبره فليقم احد كم على راس قبره ثم ليقل يا فلان بن فلان فانه يسمعه و لا يجيبه ثم يقول يا فلان بن فلانة فانه يستوي قاعدا ثم يقول يا فلان بن فلانه يقول ارشدنا يرحمك الله و لكن لا تشعرون فليقل اذكر ما خرجت عليه من الدنيا شهادة ان لا اله الا الله و ان محمدا عبده و رسوله و انك رضيت بالله ربا و بالاسلام دينا و بمحمد صلى الله عليه وسلم نبيا و بالقرأن امامًا فان منكرًا و نكيرًا ياخذ كل منها بيد صاحبه و يقول انطلق بنا ما نقعد عند من لقن حجة فيكون الله حجته دونهما فقال رجل يا رسول الله فان لم تعرف امه قال فينسبه الى حوّا يا فلان بن حوّا و قد ذكر سعيد بن منصور في سننه عن ابي راشد و حمزة بن حبيب و حكيم بن عمير قالوا اذا سوّى على ميت قبره وانصرف الناس عنه كانوا يستحبون ان يقال للميت عند قبره يا فلان قل لا اله الا الله اشهد ان لا اله الا الله ثلٰث مرات يا فلان قل ربي الله و ديني الاسلام و نبيي محمد عليه السلام ثم ينصرف.

اس کا مطلب تقریباً وہی ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔

مشکٰوۃ شریف میں (حضرت) عبداللہ بن عمر (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) سے مروی ہے کہ سنا میں نے رسول خدا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے آپ ارشاد فرما رہے تھے کہ جب فوت ہو جائے تم میں سے کوئی، پس نہ روک رکھو اس کو گھر میں، جلدی لے جاؤ اس کو واسطے دفن کے، اور میت کے دفن کے بعد اس کے سرہانے سورۃ بقرہ مُفْلِحُوْنَ تک اور پاؤں کی طرف کھڑے ہوکر سورۃ بقرہ کا آخر اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے لیکر اختتام تک پڑھنا چاہئے، نیز سورۃ فاتحہ، معوذتین و سورۃ اخلاص پڑھ کر تمام قبرستان والوں کو ایصال کرنا چاہئے۔

نمازِ خوف

قَالَ: مولف اربعین نے کہا کہ خوف کے وقت نماز پڑھنا کتب احادیث کی معتبر کتابوں میں میری نظر سے نہیں گذرا، لیکن بعض وظائف اور صوفیائے کرام کے رسائل میں لکھا ہوا ہے۔ دلیل کے لئے حدیث شریفہ یا فقہ کی روایت کافی ہے، مشائخ صوفیہ کے افعال پر فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔

اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ معلوم نہیں کہ مؤلف اربعین مشائخ صوفیاء، جو صورت اور سیرت میں حضرت سید المرسلین حبیب رب العالمین صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کے متبع ہیں، کے افعال کی اتباع کے کیوں منکر ہیں اور ان کے افعال و اقوال پر فتویٰ کیوں جاری نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ مشائخ صوفیہ سنت کی اتباع میں علمائے عاملین سے چند قدم آگے ہیں اور اپنے ظاہر و باطن کو سرورِ کائنات عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ کی سنت کے مطابق ڈھالے ہوئے ہیں اور وراثتِ کاملہ اور نیابتِ تامہ ان کو حاصل ہے۔

وَ هُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقیٰ اَنِیْسُهُمْ وَ لَا یخیَّب مسیسهم. وَ هُمْ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰهَ جَلَّ جَلَالَهٗ. کَلَامُهُمْ دَوَاءٌ وَ نَظَرُهُمْ شِفَاءٌ وَ صُحْبَتُهُمْ جِلَاءٌ وُ رُؤْیَتُهُمْ بهَاءٌ

(ترجمہ) (مشائخ کرام) ایک ایسا گروہ ہے کہ ان کا ہم جلیس و ہم نشین بدبخت نہیں رہتا، ان سے چھو جانے والا بے مراد نہیں لوٹتا۔ جب ان کو دیکھا جائے تو خدا یاد آتا ہے۔ ان کا کلام علاج، ان کی نظر شفا، ان کی صحبت ایمان کی جِلا، ان کی محبت ایمان کی بہار ہے۔

کسی نے خوب کہا:

آنکہ بہ تبریز یافت یک نظر شمس دین
سخرہ کند بر دھہ طعنہ زند بر چلہ

اے اللہ تونے اپنے ان دوستوں کو کیسی عظمت اور شان عطا فرمائی ہے۔ جس کسی نے بھی ان کو شناخت کرلیا تجھے پالیا، اور وہ تجھے نہ پاسکا جب تک کہ ان کو نہ پالیا۔ یعنی تیرا پانا اور ان کی شناخت آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ کیونکہ تونے خود ان کی شان میں فرمایا ہے

" اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ " [79] (خبردار! بیشک اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اورنہ وہ رنجیدہ و غمگین ہوں گے۔)

اور اس فضیلت سے موصوف ہیں کہ اَنَا جَلِيْسُ مَنْ ذَكَرَنِيْ۔ (جو مجھے یاد کرتا ہے میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں۔)

اور كُنْتُ سَمْعَهٗ وَ بَصَرَهٗ [80] (میں اس کے کان اور آنکھ بن جاتا ہوں) ان کے حق میں ہے۔

اور حدیث مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ [81] (میں بیمار تھا اور تونے میری عیادت نہ کی) بھی ان بزرگوں کی شان میں ہے۔

اور قرآن کی یہ آیت شریفہ " وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ " [82] (اور آپ ان لوگوں کو دور نہ کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کو صرف اس کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے رہتے ہیں) اس گروہ کی شان میں کافی و وافی ہے۔

اور " وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ

[79] سورۃ یونس ۱۰، آیۃ ۶۲
[80] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، حدیث ۹۱
[81] صحیح مسلم، باب فضل عیادۃ المریض، حدیث ۵۴
[82] سورۃ الانعام ۶، آیۃ ۵۲

رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴿﴾ "[83] (اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں انہیں ہرگز مردہ خیال نہ کرنا، بلکہ وہ اپنے ربّ کے حضور زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے) ان کی ثناء اور تعریف کامل میں ہے۔ اور اسی طرح۔

اس کے علاوہ مسئلہ مذکور فضائل اعمال سے ہے جس کا مدار دوسرے کو نفع رسانی پر ہے جس میں کوئی شرعی رکاوٹ نہیں اور کسی قسم کا اختلاف از قبیل حلال و حرام نہیں جو کہ سبب توقف بنے، بلکہ لازم ہے کہ بمقتضیٰ و نظر "وَ انْظُرْ اِلیٰ مَا قَالَ وَ لَا تَنْظُرْ اِلیٰ مَنْ قَالَ" (اور دیکھو کہ کیا کہہ رہا ہے، یہ نہ دیکھو کہ کون کہہ رہا ہے) اور مصرعہ "متاع نیک از ہر دکان کہ باشد" (اچھا سامان جہاں سے بھی ملے اچھا ہے) بلا تامل جواز کا فتویٰ دینا چاہئے تاکہ ثوابِ عظیم کا حصول ہو۔

اے اللہ! اے میرے مولا! مجھے اپنے دوستوں اور اپنے دوستوں کے دوستوں سے بنا کہ کسی اور گروہ میں ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ فِيْ حُبِّهِمْ وَ اَمِتْنِيْ عَلَيْهِ وَ احْشُرْنِيْ مَعَهُمْ بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

(ترجمہ) اے اللہ مجھے ان کی محبت میں زندہ رکھ اور اسی پر موت دے، اور حشر میں ان کے ساتھ اٹھانا، اپنی رحمت کے ساتھ یا ارحم الراحمین۔

مسکین حسن می گویدت اے وقتِ عشاقِ تو خوش
گر من از ایشان نیستم درکار ایشان کن مرا

مسئلہ ۳۹۔ عورتوں کے لئے زیارتِ قبور

قَالَ: مؤلف اربعین نے انتالیسویں مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ زیارتِ قبور مردوں کے لئے بشرط سنت کے مطابق ہو، جائز ہے، اور عورتوں کے لئے زیارتِ

[83] سورۃ آل عمران ۳، آیۃ ۱۶۹

قبور جائز نہیں۔
اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ زیارتِ قبور کا مردوں عورتوں دونوں کے لئے جائز ہونا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے فعل سے ثابت ہے۔ کیونکہ آپ جنّت البقیع میں تشریف لے گئے اور اہلِ قبور پر آپ نے سلام پیش فرمایا اور ان کیلئے بخشش کی دعا کی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ زیارتِ قبور سے موت یاد آتی ہے، آخرت کا تذکرہ ہوتا ہے، رقتِ قلب پیدا ہوتی ہے، سب سے بڑا فائدہ یہ ہے۔ قبرستان کے مُردوں کے لئے دعائے مغفرت کی جاتی ہے اور بخشش کی التجا ہوتی ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ زَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ اُمِّهٖ فَبَكٰى وَ اَبْكٰى مَنْ حَوْلَهٗ وَ قَالَ "اسْتَأْذَنْتُ رَبِّيْ فِيْ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِيْ فَاسْتَأْذَنْتُ مِنْهُ فِيْ أَنْ أَزُوْرَ قَبْرَهَا فَأُذِنَ لِيْ فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ". رواه مسلم[84]

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اور آپ اتنی کثرت سے روئے کہ اردگرد کے لوگ بھی رونے لگے، اور آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی والدہ کی مغفرت کی اجازت مانگی تو اجازت نہ ملی، پھر میں نے قبر کی زیارت کی اجازت چاہی تو مل گئی۔ تم بھی قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ اس سے موت یاد آتی ہے۔

عورتوں کے لئے بھی زیارتِ قبور سنت ہے۔ اس کی دلیل دوسری حدیث ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہَا سے روایت کی گئی ہے

وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَيْفَ أَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ "قُوْلِي السَّلَامُ عَلٰى

84 صحیح مسلم، کتاب الجنائز، حدیث ۱۳۵

أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَ الْمُسْتَأْخِرِيْنَ وَ إِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ". رواہ مسلم[85]

(ترجمہ) ام المومنین عائشہ صدیقہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) بوقتِ زیارتِ قبور میں کیا کہوں، کیا پڑھوں، کیسے پڑھوں؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ سلام ہو خانہ مومنین و مسلمین پر، اللہ پہلے جانے والوں اور بعد میں آنے والوں پر رحمت کرے، اور ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔

اور وہ احادیث جن سے عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کی ممانعت معلوم ہوتی ہے، تو وہ جملہ روایات اس حدیث سے منسوخ ہیں:

"كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ اَلَا فَزُوْرُوْهَا". [86]

(ترجمہ) میں نے تم کو زیارتِ قبور سے منع کیا تھا، اب اجازت ہے زیارت کیا کرو۔

جیسا کہ در مختار میں ہے

وَ لَا بَأْسَ بِزِيَارَةِ الْقُبُوْرِ وَ لَوْ لِلنِّسَاءِ لِحَدِيْثِ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ اَلَا فَزُوْرُوْهَا وَ يَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ. وَ يَقْرَءُ يٰسٓ. وَ فِي الْحَدِيْثِ مَنْ قَرَأَ الْإِخْلَاصِ اِحْدٰى عَشَرَ مَرَّةً ثُمَّ وَهَبَ اَجْرَهَا لِلْاَمْوَاتِ اُعْطِيَ مِنَ الْاَجْرِ بِعَدَدِ الْاَمْوَاتِ. وَ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ وَالْاَصَّحُ اَنَّ الرُّخْصَةَ ثَابِتَةٌ لَهُمَا اَيْ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

85 صحیح مسلم، کتاب الجنائز، حدیث ۱۳۲
86 سنن النسائی، کتاب الاشربہ، حدیث ۱۱۴

يَعْنِيْ بِلَا فَرْقٍ بَيْنَ الْعَجَائِزِ وَالشَّوَابِّ وَ فِي الْمُجْتَبىٰ يَنْدِبُ الزِّيَارَةَ وَ قَالَ الطَّيِّبِيْ فِيْ شَرْحِ الْمِشْكوٰةِ وَ مُلَّا عَلِيْ الْقَارِيْ فِيْ شَرْحِ الْحِصْنِ الْحِصِيْنِ وَاعْلَمْ اَنَّ زِيَارَةَ الْمَيِّتِ كَزِيَارَتِهٖ فِيْ حَالِ حَيوٰتِهٖ يَسْتَقْبِلْهُ بِوَجْهِهٖ فَاِنْ كَانَ فِي الْحَيوٰةِ اِذْ زَارَهٗ يَجْلِسُ مِنْهُ عَلَى الْبُعْدِ لِكَوْنِهٖ عَظِيْمَ الْقَدْرِ فَكَذٰلِكَ فِيْ زِيَارَتِهٖ يَقِفُ اَوْ يَجْلِسْ عَلَى الْبُعْدِ مِنْهُ وَ اِنْ كَانَ يَجْلِسُ مِنْهُ عَلَى الْقُرْبِ فِيْ حَيوٰتِهٖ كَذٰلِكَ يَجْلِسُ بِقُرْبِهٖ فِيْ زِيَارَتِهٖ. انتهى. وَ اَخْرَجَ الدَّيْلَمِيْ عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوْعًا لَا بِرَّ اَفْضَلُ مِنْ بِرِّ اَهْلِ الْقُبُوْرِ وَ لَا يَصِلُ اَهْلَ الْقُبُوْرِ اِلَّا مُؤْمِنٌ. وَ اَخْرَجَ اَبُو الشَّيْخِ وَالدَّيْلَمِيْ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا مَا مِنْ رَجُلٍ يَزُوْرُ قَبْرَ حَمِيْمِهٖ فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَ يَقْعُدُ عَنْدَهٗ اِلَّا رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَ اَنَسَ بِهٖ حَتّٰى يَقُوْمُ مِنْ عِنْدِهٖ. وَ اَخْرَجَ ابْنُ عَساكِرٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا مَا مِنْ رَجُلٍ يَمُرُّ بِقَبْرٍ كَانَ يَعْرِفُهٗ فِي الدُّنْيَا فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِلَّا عَرَفَهٗ وَ رَدَّ عَلَيْهِ. قَالَ فِيْ طَوَالِعِ الْاَنْوَارِ قَالُوْا وَ لَا شَيْئٌ اَنْفَعُ لِلْقُلُوْبِ الْقَاسِيَةِ مِنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ الْمَصْحُوْبَةِ بِالتَّفَكُّرِ وَالْاِعْتِبَارِ بِمَنْ يَسْلُكُ مِنَ الْاَهْلِ وَالْاَقْرَانِ وَ لَذٰلِكَ يَسْتَحِبُّ الْاَكْثَارُ مِنْ زِيَارَتِهَا كَمَا نَصَّ عَلَيْهِ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ اُولِى التَّحْقِيْقِ. قَالَ السَّيِّدِ اَحْمَدُ وَ رُوِيَ اَيْضًا مِنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِذَا قَرَأَ الْمُؤْمِنُ اٰيَةِ الْكُرْسِيِّ وَ جَعَلَ ثَوَابَهَا لِاَهْلَ الْقُبُوْرِ اَدْخَلَ اللّٰهُ تَعَالىٰ فِيْ كُلِّ قَبْرٍ مِنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ نُوْرًا وَ وَسَّعَ اللّٰهُ تَعَالىٰ مَضَاجِعَهُمْ وَ اَعْطَى اللّٰهُ لِلْقَارِيْ ثَوَابَ سِتِّيْنَ نَبِيًّا وَ رَفَعَ لَهٗ بِكُلِّ مَيِّتٍ دَرَجَةٌ وَ كَتَبَ لَهٗ بِكُلِّ مَيِّتٍ عَشَرَ حَسَنَاتٍ. ذَكَرَهُ الْقُرْطَبِيُّ فِيْ تَذْكِرَتِهٖ. وَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّهٗ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَتَصَدَّقُ عَنْ مَوْتَانَا وَ نَتَحَجُّ عَنْهُمْ وَ نَدْعُوْلَهُمْ فَهَلْ يَصِلُ ذٰلِكَ اِلَيْهِمْ؟ فَقَالَ نَعَمْ اِنَّهٗ يَصِلُ وَ يَفْرَحُوْنَ بِهٖ كَمَا يَفْرَحُ اَحَدُكُمْ بِالطَّبَقِ اِذَا اِهْدىٰ اِلَيْهِ. رَوَاهُ اَبُوْ حَفْصٍ الْعَسْكَرِيْ.

فَلِلْاِنْسَانِ اَنْ يَجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَيْرِهٖ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ صَلٰوةً كَانَتْ اَوْ صَوْمًا اَوْ حَجًّا اَوْ صَدَقَةً اَوْ قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ اَوِ الْاَذْكَارَ وَ غَيْرَ ذٰلِكَ مِنْ اَنْوَاعِ الْبِرِّ وَ يَصِلي ذٰلِكَ اِلَى الْمَيِّتِ وَ يَنْفَعُهٗ قَالَهُ الزَّيْلَعِيْ فِيْ بَابِ الْحَجِّ عَنِ الْغَيْرِ.

(ترجمہ) زیارتِ قبور میں کوئی حرج نہیں اگرچہ زائرات عورتیں ہی کیوں نہ ہوں، کیوں کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب اجازت ہے زیارت کیا کرو۔ زائر بوقتِ زیارت السلام علیکم دار مومنین و مسلمین کہے، اور سورۃ یٰسین پڑھے۔ حدیث میں مروی ہے کہ جس شخص نے گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب اہلِ قبور کو بخشا تو اللہ تعالیٰ اس قاری کو بھی قبرستان کے مدفونوں کے برابر ثواب عطا فرمائے گا۔ اور بحر الرائق (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، مصنف امام زین الدین ابن نجیم حنفی) میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ زیارت قبور کی اجازت مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے ہے، بلا تفریق بوڑھی اور جوان عورت کے۔ المجتبی (المجتبیٰ شرح مختصر القدوری، مصنف امام نجم الدین مختار بن محمد زاہدی غزمینی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وفات ۶۵۸ھ) میں ہے کہ زیارت قبور مستحب ہے۔ طیبی (امام حسین بن محمد طیبی عَلَيْهِ السَّلَامُ) نے شرح مشکوٰۃ میں اور ملا علی قاری (وفات ۱۰۱۴ھ) نے شرح حصن حصین میں لکھا کہ میّت کی زیارت ایسی ہی ہے جیسا کہ حیات میں زیارت چہرہ کے ساتھ، اس کی طرف متوجہ ہو اور اگر زندگی میں اس کے مقام و مرتبہ کی وجہ سے اس سے دور بیٹھتا تھا تو وفات کے بعد بھی دور بیٹھے اور اگر زندگی میں قریب بیٹھتا تھا تو وفات کے بعد بھی قریب بیٹھے۔ اور ربیعی نے مرفوعًا حضرت جابر رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سے روایت کیا کہ کوئی نیکی اس نیکی کے برابر نہیں ہوسکتی جو اہلِ قبور کے ساتھ کی جائے۔ اور اہلِ قبور سے وہی شخص تعلق رکھے گا جو اہلِ ایمان ہوگا۔ ابو الشیخ (حضرت ابو الشیخ عبداللہ بن محمد انصاری اصفہانی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ،

وفات ۳۶۹ھ) اور دیلمی (ابو شجاع دیلمی ہمدانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ، وفات ۵۰۹ھ) نے مرفوعًا حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی ہے کہ جو شخص بھی عزیز رشتہ داروں کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور سلام دیتا ہے اور قبر کے پاس بیٹھتا ہے تو وہ قبر والا سلام کا جواب دیتا ہے اور خوش ہوتا ہے، یہاں تک کہ یہ زائر وہاں سے چلا آتا ہے۔ ابن عساکر (ابو القاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن عساکر دمشقی، المعروف ابن عساکر رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ، وفات ۵۷۱ھ) نے ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مرفوعًا روایت کی ہے کہ جو شخص ایسی قبر سے گذرتا ہے کہ دنیا میں وہ اس کو جانتا تھا تو جب یہ سلام دیتا ہے تو قبر والا اس کو جان جاتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور طوالع الانوار میں لکھا ہے کہ سخت اور کھوٹے دلوں کا علاج قبور کی زیارت ہے۔ دوستوں کی قبروں کی زیارت سب سے زیادہ نفع بخش ہے، ان کی موت میں تفکّر و غور کرنا، ہم عمر لوگوں کا چلا جانا، یہی وجہ ہے کہ اہلِ تحقیق کے نزدیک ان لوگوں کی قبروں کی زیارت مستحب ہے جیسا کہ اس پر اہل تحقیق نے نص کی ہے۔ سید احمد نے کہا اور حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مروی ہے جب مومن آیۃ الکرسی پڑھ کر اس کا ثواب اہلِ قبور کو ہبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر قبر میں مشرق و مغرب کی جانب سے نور داخل فرما دیتا ہے اور ان کی قبروں کو کشادہ فرما دیتا ہے اور پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ ساٹھ انبیاء کے برابر ثواب عطا فرماتا ہے اور ہر میت کے بدلے اس کا درجہ بلند کیا جاتا ہے اور دس دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اس کو قرطبی (مفسرِ قرآن امام ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ، وفات ۶۷۱ھ) نے اپنے تذکرہ (التذکرۃ فی احوال الموتیٰ و امور الآخرۃ) میں ذکر کیا ہے کہ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) ہم اپنے مُردوں کی جانب سے روزے رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، صدقہ دیتے ہیں، دعائیں مانگتے ہیں، کیا ان کا ثواب ان تک

پہنچتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں پہنچتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں جیسا کہ تم میں سے کوئی آدمی اس وقت خوش ہوتا ہے جب اسے طبق ہدیہ دیا جائے۔ پس انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب نماز ہو یا روزہ ہو یا صدقہ، قرأتِ قرآن ہو یا اذکار و وظائف مُردوں کو ایصال کیا کرے۔ اور یہی عقیدہ ہے اہلِ سنت و جماعت کا، امام زیلعی (امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی، وفات ۷۴۳ھ) نے اس کو باب الحج یضرہ میں بیان کیا۔

حصہ سوم۔ اولیائے کرام کی قبروں سے متعلق مسائل

مسئلہ ۴۰۔ اہل قبور سے امداد طلب کرنا

قَالَ : چالیسویں مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے مولف اربعین نے کہا کہ استعانت اور امداد از اہلِ قبور کسی طرح بھی جائز نہیں۔

اَقُولُ : میں کہتا ہوں کہ مؤلف اربعین ہر مسئلہ میں اکابرین اور خود اپنے اساتذہ کے خلاف قول کرنے کے عادی ہیں، اور اس مسئلہ میں اختلاف کرکے دوسرے متبعین منکرین سے بھی آگے نکل گئے، یہاں تک لکھ دیا کہ انبیاء کرام کی قبور، بلکہ خود حضرت سید الصفیاء صَلَی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَ عَلٰی جَمِیۡعِ اِخۡوَانِہٖ مِنَ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ وَ اٰلِہِ الطَّیِّبِیۡنَ وَ بَارَكَ وَ سَلَّمَ کے مرقد مبارک سے بھی استعانت و استمداد کرنا ناجائز ہے۔ کَبُرَتۡ کَلِمَةً تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ [87] (بہت بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے)۔ حالانکہ انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَامُ کی حیات میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مجیب نے بھی ایک مجبور اور مضطر انسان کی طرح اس کا اعتراف کیا ہے، مگر اپنے عقیدہ کے تحفظ کیلئے حیاتِ برزخی اور دنیاوی میں کوئی فرق نہیں کیا اور ایک کا حکم دوسرے پر جاری نہیں کیا۔ حالانکہ مؤلف اربعین

[87] سورۃ الکہف ۱۸، آیۃ ۵

کے اساتذہ کی عبارات جوازِ استمداد و استعانت میں اُن کی کتب میں اکثر مقامات پر موجود ہیں۔ غور و خوض سے اور کان لگاکر ان کو سننا چاہئے۔

چنانچہ مولوی عبدالعزیز [88] قُدِّسَ سِرُّہٗ جو کہ جدِ امجد اور استاد الاستاد ہیں مؤلف اربعین کے، وہ اپنی تفسیر فتح العزیز میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

> (ترجمہ) اس مقام پر سمجھنا چاہئے کہ استمداد غیر اللہ سے اس طرح کہ اس کو مستقل جانے اور اللہ تعالیٰ کے عون کا مظہر نہ سمجھے حرام ہے، اور اگر اس کی توجہ اللہ تعالیٰ کی جانب ہے اور اس غیر کو اللہ تعالیٰ کے عون کا مظہر سمجھتا ہے اور عالمِ اسباب میں محض بطورِ سبب غیر سے استعانت کرتا ہے تو ایسی استعانت عرفان سے بعید نہیں بلکہ شرع میں بھی جائز ہے اور انبیاء و اولیاء نے اس قسم کی استعانت غیر سے کی ہے۔ دراصل اس قسم کی استعانت غیر اللہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے ہے۔

اور سورۃ عَبَسَ وَ تَوَلّٰی کی تفسیر میں لکھا کہ

> (ترجمہ) آگ سے جلانا دراصل روح کو بے مکان بنانا ہے اور دفن کرنا دراصل روح کے لئے مکان مہیا کرنا ہے۔ اس کی بنا اس بات پر ہے کہ مدفون اولیائے عظام اور صلحائے مومنین سے استفادہ و انتفاع جاری رہتا ہے اور ان کو بھی استفادہ و اعانت جاری رہتی ہے، بخلاف ان مُردوں کے جن کو جلا دیا جائے۔ ان چیزوں کو ان کے مذہب والوں سے کوئی نسبت نہیں۔

اور شیخ عبدالحق (محدث دہلوی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ) مشکوٰۃ شریف کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں

---

[88] حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

(ترجمہ) استمداد ان اہلِ قبور سے جو انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَامُ کے علاوہ ہیں اس کا بہت سے فقہاء نے انکار کیا ہے۔ ایک خیال یہ ہے کہ ان کی قبور کی زیارت کا جواز فقط اس لئے ہے کہ ان کے لئے دعائے استغفار کی جائے اور ان کو نفع رسانی کے لئے تلاوت قرآن کی جائے۔ اور مشائخِ عظام صوفیاء قَدَّسَ اللّٰہُ اِسْرَارَھُمْ اور بعض فقہاء رَحِمَھُمُ اللّٰہُ نے استمداد از غیر انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَامُ کے جواز کو ثابت کیا ہے اور یہ امر اہلِ کشف و کمال کے نزدیک ثابت و محقق ہے۔ یہاں تکہ کہ بہت سے حضرات کو ان کی ارواح سے فیوض و برکات حاصل ہوتی ہیں، اور اس گروہ کو صوفیاء کی اصطلاح میں اویسی کہتے ہیں۔ امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے فرمایا کہ امام موسیٰ کاظم عَلَیْہِ السَّلَامُ کی قبر منور تریاق مجرب ہے اجابتِ دعا کے لئے۔ اور حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے فرمایا کہ جس سے حیاتِ ظاہری میں استمداد کی جاسکتی ہے تو بعد از وفات بھی اس سے استمداد کی جاسکتی ہے۔

مشائخ عظام میں سے ایک سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ میں نے چار ایسے کامل اشخاص دیکھے ہیں کہ جو اپنی قبور میں تصرف کرتے ہیں، ویسا ہی تصرف جیسا کہ وہ حیاتِ ظاہری میں کرتے تھے، بلکہ قبر کا تصرف اس سے بھی زیادہ اور قوی ہے: (۱) شیخ معروف کرخی، اور (۲) شیخ عبدالقادر جیلانی، اور دو شخص اور ہیں۔

اس بیان سے ایسے حضرات کا خصہ چار میں مقصود نہیں، بلکہ جن کا انھوں نے خود مشاہدہ کیا بیان کردیا۔ اور سیدی احمد بن زرّوق (رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ) جو بہت بڑے فقہاء اور علمائے دیارِ مغرب سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک دن ابو العباس حضرمی نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا امداد زندہ کی اقویٰ ہے یا کہ میت کی؟ میں نے جواب دیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ امداد زندہ کی اقویٰ ہے، مگر میں کہتا ہوں کہ میت کی امداد اقویٰ ہے۔ شیخ نے کہا کہ تیرا جواب درست ہے کیونکہ وہ اللہ کے حضور اور اس کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔

اور اس مضمون کی روایات مشائخ عظام سے اس کثرت سے منقول ہیں کہ

حساب شمار نہیں۔ اور کتاب و سنت میں کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جو ان کے خیال کو رد کرے اور ان کے اقوال کے منافی ہو۔ لیکن تحقیق سے یہ امر ثابت ہے کہ روح باقی ہے اور اس کے لئے علم شعور بھی زائرین کے متعلق ثابت ہے اور کاملین کی ارواح کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور ایک خاص مقام و مرتبہ ثابت ہے جیسا کہ ظاہری حیات میں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر، اور اولیاء کرام کو جہان میں کرامات و تصرفات حاصل ہیں، اور یہ تمام چیزیں روح کے لئے ہیں اور روح باقی ہے۔ متصرف حقیقی اور مستعان حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، باقی جو کچھ ہوتا ہے اسی کی قدرت سے ہوتا ہے۔ اور یہ حضرات اپنے آپ کو جلالِ حق میں فنا کردیتے ہیں حیات ظاہری ہو یا حیات بعد از ممات۔ پس اگر کسی ایک کو کوئی چیز ان کے توسل سے دی جائے تو یہ بعید نہیں ہے جیسا کہ حالت حیات ظاہری میں تھا۔ فعل اور تصرف دونوں حالتوں میں نہ ہوں تو شرع میں اس پر دلیل قائم نہیں۔

اور مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی [89] (رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ) نے کتاب زاد اللبیب میں شیخ عبدالحق (محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ) کی عربی میں شرح مشکوٰۃ شریف سے نقل کیا۔

اَمَّا الْاِسْتِمْدَادُ بِاَهْلِ الْقُبُوْرِ فِيْ غَيْرِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامِ وَ الْاَنْبِيَاءِ فَقَدْ اَنْكَرَهٗ كَثِيْرٌ مِنَ الْفُقَهَاءِ وَ قَالُوْا لَيْسَ الزِّيَارَةُ اِلَّا الدُّعَاءُ لِلْمَوْتٰى وَ الْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ وَ اَثْبَتَهٗ مَشَائِخِ الصُّوْفِيَّةِ قَدَّسَ اللّٰهُ اَسْرَارَهُمْ وَ بَعْضُ الْفُقَهَاءِ وَ ذٰلِكَ اَمْرٌ مُقَرَّرٌ عِنْدَ اَهْلِ الْكَشْفِ وَ الْكَمَالِ مِنْهُمْ لَا شَكَّ فِيْ ذٰلِكَ عِنْدَهُمْ حَتّٰى اِنَّ كَثِيْرًا مِنْهُمْ حَصَلَ لَهُمُ الْفُيُوْضُ مِنَ الْاَرْوَاحِ وَ يُسَمّٰى هٰذِهِ الطَّائِفَةَ اَوَيْسِيَّةٌ فِيْ اِصْطِلَاحِهِمْ.

[89] حضرت مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی حنفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ، وفات ۱۰۶۷ھ۔ جید عالم اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

(ترجمہ) استمداد ان اہلِ قبور سے جو انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَامُ کے علاوہ ہیں اس کا بہت سے فقہاء نے انکار کیا ہے۔ ایک خیال یہ ہے کہ ان کی قبور کی زیارت کا جواز فقط اس لئے ہے کہ ان کے لئے دعائے استغفار کی جائے اور ان کو نفع رسانی کے لئے تلاوت قرآن کی جائے۔ اور مشائخِ عظام صوفیاء قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَھُمْ اور بعض فقہاء رَحِمَھُمُ اللّٰہُ نے استمداد از غیر انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَامُ کے جواز کو ثابت کیا ہے اور یہ امر اہلِ کشف و کمال کے نزدیک ثابت و محقق ہے۔ یہاں تک کہ بہت سے حضرات کو ان کی ارواح سے فیوض و برکات حاصل ہوتی ہیں، اور اس گروہ کو صوفیاء کی اصطلاح میں اویسی کہتے ہیں۔

اس کے بعد منکرین کے رد میں فرمایا

وَ مَا اَدْرِيْ مَا الْمُرَادُ بِالْاِسْتَمْدَادِ وَ الْاِمْدَادِ الَّذِيْ يُنْفِيَهُ الْمُنْكِرُ وَ الَّذِيْ نَفْهُمُهٗ اَنَّ الدَّاعِيَ الْمُحْتَاجِ الْفَقِيْرِ اِلَى اللّٰهِ يَدْعُوا اللّٰهَ وَ يَطْلُبُ حَاجَتَهٗ مِنْ فَضْلِهٖ تَعَالىٰ وَ يَتَوَسَّلُ بِرُوْحَانِيَّةِ هٰذَا الْعَبْدِ الْمُقَرَّبِ الْمُكَرَّمِ عِنْدَهٗ تَعَالىٰ وَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ بِبَرَكَةِ هٰذَا الْعَبْدِ الَّذِيْ رَحِمتَهٗ وَ اَكْرَمْتَهٗ وَ بِمَا لَكَ بِهٖ مِنَ اللُّطْفِ وَ الْكَرَمِ اِقْضِ حَاجَتِيْ وَ اعْطِ سُؤَالِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْمُعْطِيْ الْكَرِيْمُ. اَوْ يُنَادِيْ هٰذَا الْعَبْدُ الْمُكَرَّمُ الْمُقَرَّبُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالىٰ وَ يَقُوْلُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ وَ يَا وَلِيَّهٗ اَشْفَعْ لِيْ وَ ادْعُ رَبَّكَ وَ سَلْ اَنْ يُعْطِيْنِيْ سُؤَالِيْ وَ يُعْطِيْنِيْ حَاجَتِيْ فَالْمُعْطِيْ وَ الْمَسْؤُوْلُ عَنْهُ وَ الْمَاْمُوْرُ بِهٖ هُوَ الرَّبُّ تَعَالىٰ وَ تَقَدَّسَ وَ مَا الْعَبْدُ فِي الْبَيْنِ اِلَّا وَسِيْلَةً وَ لَيْسَ الْقَادِرُ وَ الْفَاعِلُ وَ الْمُتَصَرِّفُ اِلَّا هُوَ وَ اَوْلِيَاءُ اللّٰهُ هُمُ الْفَانُوْنَ الْهَالِكُوْنَ فِيْ فِعْلِهٖ تَعَالىٰ وَ قُدْرَتِهٖ وَ سَطْوَتِهٖ لَا فِعْلَ لَهُمْ وَ لَا قُدْرَةَ وَ لَا تَصَرُّفَ لَا اَلْاٰنَ وَ لَا حِيْنَ كَانُوْا اَحْيَاءَ فِيْ دَارِ الدُّنْيَا فَاِنَّ صِفَتَهُمُ الْفَنَاءُ وَ الْاِسْتِهْلَاكُ لَيْسَ اِلَّا وَ لَوْ كَانَ هٰذَا شِرْكًا وَ تَوَجُّهًا اِلىٰ غَيْرِ اللّٰهِ كَمَا زَعَمَهُ الْمُنْكِرُ فَيَنْبَغِيْ اَنْ يَمْنَعُ اِلَيْهِ التَّوَسُّلُ وَ طَلَبُ الدُّعَاءِ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَ اَوْلِيَائِهٖ فِيْ حَالَةِ

اَلْحَیوٰةِ اَیْضًا وَ لَیْسَ ذٰلِکَ مَا یُمْنَعُ وَ اِنَّہٗ مُسْتَحَبٌّ مُسْتَحْسَنٌ شَائِعٌ فِي الدِّیْنِ وَ لَوْ زَعَمَ اَنَّھُمْ عَزَلُوْا وَ خَرَجُوْا مِنَ الْحَالَةِ وَ الْکَرَامَةِ الَّتِيْ کَانَتْ لَھُمْ فِي الْحَیوٰةِ فَمَا الدَّلِیْلُ عَلَیْہِ اَوْ شَغَلُوْا عَنْ ذٰلِکَ بِمَا عَرَضَ لَھُمْ مِنَ الْاٰفَاتِ بَعْدَ الْمَمَاتِ فَلَیْسَ کُلِّیًّا وَ لَا دَلِیْلَ عَلیٰ دَوَامِہٖ وَ اسْتِمْرَارِہٖ اِلیٰ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ غَایَتُہٗ اِنَّہٗ لَمْ یَکُنْ ھٰذَا الْمَسْئَلَةِ کُلِّیَّةً وَ فَائِدَةُ الْاِسْتِمْدَادِ عَامَّةً بَلْ یُمْکِنْ اَنْ یَّکُوْنَ بَعْضُ مِنْھُمْ مُنْجَذِبًا اِلیٰ عَالَمِ الْقُدْسِ وَ مُسْتَھْلِکًا فِيْ حَضْرَةِ الْاِلٰہِ بِحَیْثُ لَا یَکُوْنُ لَہٗ شَعُوْرٌ وَ تَوَجَّہٌ اِلیٰ عَالَمِ الدُّنْیَا وَ تَصَرُّفٌ وَ تَدْبِیْرٌ فِیْہِ کَمَا یُوْجَدُ مِنْ اِخْتِلَافِ مِنْ اَحْوَالِ الْمَجْذُوْبِیْنَ وَ الْمُتَمَکِّنِیْنَ مِنَ الْمَشَائِخِ فِي الدُّنْیَا وَ اِنْ نَّفْيَ ذٰلِکَ مُطْلَقًا وَ انْکَرَ اِنْکَارًا کُلِّیًّا فَکَلَّا وَ لَا دَلِیْلَ عَلیٰ ذَالِکَ اَصْلًا بَلِ الدَّلَائِلِ قَائِمَةٌ عَلیٰ خِلَافِہٖ.

نَعَمْ اِنْ کَانَ الزَّائِرُوْنَ یَعْتَقِدُوْنَ اَنَّ اَھْلَ الْقُبُوْرِ مُتَصَرِّفِیْنَ مُسْتَبْدِیْنَ قَادِرِیْنَ مِنْ غَیْرِ تَوَجُّہِ اِلیٰ حَضْرَةِ الْحَقِّ وَ الْاِلْتِجَاءِ اِلَیْھَا کَمَا یَعْتَقِدُہُ الْعَوَامُ الْجَاھِلُوْنَ الْغَافِلُوْنَ وَ کَمَا یَفْعَلُوْنَ غَیْرَ ذٰلِکَ مِنَ السُّجُوْدِ وَ الصَّلوٰةِ اِلَیْہِ مِمَّا وَقَعَ مِنْہُ النَّھْيِ وَ التَّحْذِیْرِ فَذٰلِکَ مِمَّا یَمْنَعُ وَ یَحْذَرُ وَ فِعْلُ الْعَوَامِ لَا یَعْتَبَرُ قَطُّ وَ ھُوَ خَارِجٌ عَنِ الْمَبْحَثِ وَ حَاشَا مِنَ الْعَالِمِ بِالشَّرِیْعَةِ وَ الْعَارِفِ بِاَحْکَامِ الدِّیْنِ اَنْ یَعْتَقِدَ ذٰلِکَ وَ یَفْعَلُ ھٰذَا وَ الْمَرْوِيْ فِي الزِّیَارَةِ السَّلَامُ عَلَی الْمَوْتیٰ وَ الْاِسْتِغْفَارُ لَھُمْ وَ قِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ وَ لَیْسَ فِیْھَا النَّھْيَ عَنِ الْاِسْتِمْدَادِ فَیَکُوْنُ الزِّیَارَةُ وَ الْاِسْتِمْدَادُ وَ الْاِمْدَادُ مَعًا عَلیٰ تَفَاوُةِ حَالَةِ الزَّائِرِ وَ الْمَزُوْرِ ثُمَّ اِعْلَمْ اَنَّ الْخِلَافَ اِنَّمَا ھُوَ فِيْ غَیْرِ الْاَنْبِیَاءِ فَاِنَّھُمْ اَحْیَاءُ حَقِیْقَةً بِالْحَیوٰةِ الدُّنْیَاوِیَّةِ بِالْاِتِّفَاقِ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ وَ اِنَّمَا اَطْنَبْنَا الْکَلَامَ فِيْ ھٰذَا الْمَقَامِ زِعْمًا لِاَنَفَ الْمُنْکِرِیْنَ فَاِنَّہٗ قَدْ حَدَثَ فِيْ زَمَانِنَا شَر ذِمَةٌ یَنْکَرُوْنَ الْاِسْتَمْدَادَ وَ الْاِسْتَعَانَةَ مِنَ الْاَوْلِیَاءِ الَّذِیْنَ نَقَلُوْا مِنْ ھٰذِہِ الدَّارِ الْفَانِیَةِ اِلَی الدَّارِ الْبَاقِیَةِ اَلَّذِیْنَ ھُمْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ.

(ترجمہ) زائر بوقت زیارت قبر پر یہ کہے کہ اے اللہ اس بندے کی برکت سے کہ جس پر تونے رحم کیا اور عزت بخشی، اور اس لطف و کرم کی برکت سے جو تیرا اس کے ساتھ ہے، میری حاجت پوری فرما، اور جو میں طلب کرتا ہوں وہ عطا فرما، کیونکہ تو سخی عطا کرنے والا ہے۔ یا زائر اس ولی کو خطاب کرکے یوں کہے کہ اے اللہ کے بندے اور اللہ کے ولی! میری سفارش کر اور میرے لئے اپنے رب سے مانگ اور سوال کر کہ اے اللہ تعالیٰ میری حاجت کو پورا فرما۔ پس دینے والا اور سوال کیا ہوا اور مامور اللہ ہی کی ذات ٹھہری، بندہ درمیان میں فقط وسیلہ اور ذریعہ بنا۔ اور نہیں قادر اور متصرف اور فائل مگر اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے، اور اولیاء اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے افعال میں فنا ہلاک کرنے والے ہیں، اس کی قدرت اور سطوت میں اپنے آپ کو ختم کرنے والے ہیں۔ حقیقتًا اولیاء کے لئے قدرت و تصرف اور افعال نہ حیاتِ ظاہری میں تھے اور نہ اب ہیں، کیونکہ ان کی شان فنا اور استہلاک ہے۔ پس صرف یہی اگر یہ بھی شرک ہو تو توجہ الی غیر اللہ قرار پائے یعنی وسیلہ و ذریعہ ہونا جیسا کہ منکرین کا گمان ہے، تو پھر چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوسل اور اولیاء سے دعا تک کو بھی ناجائز قرار دے دیا جائے، حالانکہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ اللہ کے بندوں اور اولیاء عظام سے طلبِ دعا سے بھی منع کردیا جائے کیونکہ یہ ایک امر مستحب مستحسن اور شائع فی الدین ہے۔ اور اگر یہ گمان کیا جائے کہ یہ حضرات کوچ کرگئے اور اس حالت و کرامت سے نکل چکے ہیں جو ان کو حیاتِ دنیا میں حاصل تھی اور اس چیز کو عدم استمداد کی دلیل بنایا جائے یا کہ اس وجہ سے اب صاحبِ کرامت و استمداد نہیں ہے کہ ممات کے بعد آفات کا محل بنے ہیں تو یہ امر کلی نہیں ہے اور اس حالت کے دوام و استمرار پر کوئی دلیل بھی قائم نہیں کہ یہ حالت تا قیامت قائم و ثابت ہے۔ ہاں زیادہ سے زیادہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ یہ مسئلہ کلی نہیں اور استمداد کے فائدے میں عموم نہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ بعض اولیاء کرام عالمِ قدس کی جانب

مائل ہوں اور اپنے آپ کو خدا کی بارگاہ میں اس طرح فنا کردیا ہو کہ ان کو دنیا وما فیہا کا شعور اور اس کی جانب توجہ تک نہ ہو اور کسی قسم کا تصرف اور تدبیر بھی نہ ہو جیسا کہ مجذوبین کے حالات اور ان مشائخ کے احوال جو دنیا میں موجود ہیں پتہ چلتا ہے، اور اگر کلیۃً استمداد و دعا کی نفی اور انکار کیا جائے تو ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اس مدعیٰ پر کسی قسم کی دلیل قائم کی جاسکتی ہے۔ بلکہ اس کے خلاف پر دلائل قائم و ثابت ہیں۔ ہاں اگر زائرین قبور اس بات کا اعتقاد رکھیں کہ قبور حقیقتًا متعرف اور ہمیشہ کے لئے قادر ہیں بلا توجہ و اذن من اللہ کے تو جیسا کہ جاہل و غافل عوام اعتقاد رکھتے ہیں اور سجدہ اور نماز اس کی جانب ادا کرتے ہیں جس سے کہ شرع نے منع کیا ہے اور روکا ہے، تو اس فعل سے منع کرنا چاہئے اور روکنا چاہئے۔ اور عوام کے فعل کا مطلقًا اعتبار نہیں، عوام خارج من البحث ہیں۔ اور عالم بالشریعت سے اور عارف باحکام الدین سے ایسا اعتقاد اور افعال سوچے بھی نہیں جاسکتے۔ زیارت قبور سلام علی المیت دعا بخشش اور قرآت قرآن مروی ہے اور ان میں سے ایک شے بھی ممنوع شرعی نہیں اور استمداد کی بھی مذکور نہیں، لہٰذا زیارت، استمداد، امداد تینوں ہوں گی۔ علیٰ اختلاف حال زئر و المزار۔ پھر جان لو کہ اختلاف غیر انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلاَمُ میں ہے کیونکہ یہ حضرات تو حیاتِ حقیقی سے موصوف ہیں اور حقیقۃً حیاتِ دنیاوی حاصل ہے بالاتفاق۔ اور بیشک ہم نے اس مقام میں کلام بہت طویل کردیا ہے، صرف منکر کی کٹی ناک کو خاک آلود کرنے کے لئے، کیونکہ ہمارے زمانے میں ایک گروہ پیدا ہوا ہے جو ان اولیاء کرام جو اس دارِ فانی سے انتقال کرگئے دارِ بقا کی جانب چلے گئے ہیں، ان سے استمداد و استعانت کا انکار کرتا ہے۔ وہ اولیاء کرام اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقّ حَقًّا وَ ارْزُقْنَا اِتِّبَاعِهٖ وَ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَ ارْزُقْنَا اِجتنابهٗ وَ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْم.

نیز شیخ عبدالحق (محدث دہلوی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ) نے جذب القلوب میں تحریر فرمایا کہ ابن شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ کے زمانہ میں قحط پڑا تو ایک شخص حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے روضہ مبارک کے قریب آیا اور عرض کی: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِسْتَسْقِ لِاُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوْا (یا رسول اللہ ﷺ آپ اپنی امت کے لئے بارش طلب فرمائیں کیونکہ امت ہلاک ہورہی ہے)۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جواب میں اس شخص سے کہا کہ جاؤ اور عمرؓ کو خوش خبری دو کہ بارش ابھی ہونے والی ہے۔

اور ابن جوزی نے روایت کی کہ ایک دفعہ اہلِ مدینہ سخت قحط کا شکار ہوئے تو ام المومنین عائشہ صدیقہ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہَا کی خدمت میں حاضر ہوکر قحط کی شکایت کی۔ آپؓ نے فرمایا روضۂ اطہر پر حاضر ہوکر چھت میں ایک ایسا سوراخ کرو کہ جس سے آسمان اور روضۂ اطہر کے درمیان کوئی حجاب باقی نہ رہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، فورًا بارش شروع ہوگئی۔

میں کہتا ہوں کہ استمداد و استعانت صحابہ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ کے زمانہ سے جاری و ثابت ہے۔ بلکہ ام المومنین جو کہ خود مجتہدہ ہیں انھوں نے خود استعانت کا حکم فرمایا اور حضرت رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے استمداد چاہنے والے کو خوشخبری کی تلقین فرمائی کہ ابھی ہونے والی ہے۔ معلوم ہوا کہ استمداد و استعانت کا انکار حقیقۃً سنتِ صحابہ کا انکار ہے (فَافْهَمْ)۔ بلکہ حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے خود استعانت کے بارے میں ارشاد فرمایا جیسا کہ حصن حصین میں مذکور ہے

وَ اِذَا انْفَلَتَتْ وَابَّةٌ فَلْيُنَاؤُ اَعِيْنُوْا يَا عِبَادَ اللّٰهِ يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ مومص۔ وَ اِنْ اَرَادَ هَوْنًا فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِيْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِيْ وَ قَدْ جَرَّبَ ذٰلِكَ.

(ترجمہ) جب سواری گم ہوجائے تو کہے میری مدد کرنے والے اللہ کے بندوں، اللہ تم پر رحم فرمائے۔ اور اگر مدد کی ضرورت ہو تو تین مرتبہ یَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِيْ (اے اللہ کے بندو میری مدد کرو) کہے۔ اور یہ نسخہ مجرّب ہے۔

یا رسول اللّٰہ کی ندا جائز ہے

یہ حدیث پاک اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے جواز استعانت میں صریح ہے اور یہ ظاہر ہے اس بات میں کہ اولیاء اللہ کو لفظ یا کے ساتھ پکارا جاسکتا ہے۔ اور یہ دلیل ہے ہماری طرف سے فرقہ محدثہ (نو پیدا) کے خلاف جو منع کرتے ہیں، یہاں تک کہ یا رسول اللّٰہ کہنا بھی جائز نہیں سمجھتے، شاید کہ منکرین نے یہ حدیث پڑھی ہی نہیں، یا پڑھی ضرور ہوگی مگر اس پر عمل نہیں کیا۔ اور ایک حدیث ترمذی، ابن ماجہ، نسائی شریف میں ندا باسم شریف کے متعلق مروی ہے:

وَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ ضُرُرَه فَلْيَتَوَضَّأُ فَحَسَّ وُضُوْئِه وَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَدْعُوْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَ أَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّيْ أَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى لِيْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ.[90]

(ترجمہ) جس شخص کو ضرورت و حاجت پیش آئے تو وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے، دو رکعت نماز پڑھ کر مذکورہ بالا دعا کرے۔ یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف تیرے نبی الرحمۃ کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں۔ یا محمد (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) میں آپ کے ذریعہ اور وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، مجھے یہ حاجت ہے تاکہ پوری کی جائے۔ اے اللہ نبی کریم صَلَّى

90 جامع الترمذی، کتاب الدعوات، حدیث ۲۰۹۔ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ، حدیث ۱۴۴۸

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سفارش میرے حق میں قبول فرمالے اور ان کو میرے لئے شفیع بنا۔

دلیل سوم ہر خاص و عام اہلِ اسلام سے عین نماز میں جو کہ اہم عبادت ہے اور مومن کی معراج ہے، یہ ورد کرتا ہے، ایسے وقت میں جو خاص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضوری کا وقت ہے، ندا اور خطاب کرتا ہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰہِ وَ بَرَكَاتُہٗ۔ اور اس خطاب کی وجہ یہ ہے تاکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ذات شریفہ ہمیشہ مومنوں کا نصب العین اور عابدوں کے لئے قرۃ العین (آنکھوں کی ٹھنڈک) تمام احوال و اوقات میں رہے، اور خصوصًا حالتِ عبادت میں، تاکہ معلوم ہوجائے کہ وجود نورانیت و انکشاف اس مقام پر بہت قوی ہے اور زیادہ ہے، جیسا کہ شیخ محقق نے شرح مشکوٰۃ میں بیان کیا۔ اور اس مقام سے ایک اور شعلہ بھی نکالا ہے صوفیائے کرام نے، اس کا نام رابطۂ شیخ رکھا ہے، یعنی کامل و مکمل کی صورت کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھنا تاکہ تصور شیخ کی وجہ سے وسواسِ شیطانی اور خیالاتِ باطل سے بالکل پاک رہے اور پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے، اپنے آپ اور دیگر ماسوا اللہ سے بھی علیحدہ رہے۔ جیسا کہ کمزور بینائی والا شخص عینک کا محتاج ہوتا ہے اور بغیر عینک اس کی آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں۔ اس طرح سالک مرید جس وقت باطن کا اکتساب شروع کرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ سے تعلق حاصل ہوجائے، مگر چونکہ اللہ تعالیٰ انتہائی لطافت میں ہے اور سالک انتہائی کثافت میں، لہٰذا ایسا برزخ چاہئے جو ذوجہتین ہو، یعنی جسکا تعلق دونوں سے ہو۔ کیونکہ ذوجہتین کے بغیر اللہ تعالیٰ سے کسبِ فیض مشکل ہے۔ "یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ" [91] (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس تک وسیلہ تلاش کرو) میں وسیلہ سے مراد شیخ کامل و مکمل ہے۔ کیونکہ شیخ کامل رسولِ مقبول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا نائبِ اتم ہے اور نائب کو بسبب وراثت و تبعیت کے منیب کے تمام کمالات

[91] سورۃ المائدہ ۵، آیۃ ۳۵

سے حصہ میسر ہوتا ہے۔ لامحالہ نائب اپنی اصل اور غیب کے احکام سے موصوف ہوگا۔ اس مقصد پر مزید بحث کرتے ہوئے ایک سند استمداد و استعانت کے ثبوت میں پیش کرتا ہوں۔

طوالع الانوار میں نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی زیارت کے آداب یوں بیان کئے ہیں۔

وَلِيَفْرُغْ قَلْبَهٗ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ أُمُوْرِ الدُّنْيَا وَ مَا لَا تَعَلُّق لَهٗ بِالزِّيَارَةِ حَتّٰى يَطَّلِعَ قَلْبَهٗ لِلْإِسْتِمْدَادِ مِنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامِ فَالْقَلْبُ مَشْغُوْلٌ بِقَاذُوْرَاتِ الدُّنْيَا مِنَ الشَّهَوَاتِ وَ الْإِرَادَاتِ مَحْرُوْمٌ مِنْ حُصُوْلِ الْمَدَدِ النَّبَوِيِّ بَلْ رُبَّمَا يُوْجِبُ الْمَقْتَ دَلِيْلًا حَظْ مَعَ ذٰلِكَ الْإِسْتِمْدَادِ مِنْ سَبْعَةِ عضوه عَلَيْهِ السَّلَامِ وَ عَطْفِهٖ وَ لِيَسْتَحْضَرْ حَيَاتَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامِ فِيْ قَبْرِهٖ وَ إِنَّهٗ يَعْلَمُ زَائِرَهٗ عَلٰى إِخْتِلَافِ دَرَجَاتِهِمْ وَ أَحْوَالِهِمْ وَ قُلُوْبِهِمْ وَ إِنَّهٗ يَمُدُّ كُلًّا مِنْهُمْ بِمَا يُنَاسِبُ مَا هُوَ عَلَيْهِ وَ إِنَّهٗ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْأَعْظَمُ يُعْطِيْ مَنْ يَشَّاءُ وَ يَمْنَعُ مِنْ يَشَاءُ فُوِّضَتْ إِلَيْهِ خَزَائِنُ كَرَمِهٖ وَ لَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ اَحَدًا اِلَّا مِنْ طَرِيْقِهٖ وَ رَوٰى أَبُوْ حَنِيْفَةُ فِيْ مُسَنَّدِهٖ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ تَأْتِيَ قَبْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ وَ تَجْعَلَ ظَهْرَكَ اِلَى الْقِبْلَةِ وَ تَسْتَقْبِلَ الْقَبْرَ بِوَجْهِكَ ثُمَّ تَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ. وَ قَدْ اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى إِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامِ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهِ الشَّرِيْفِ يَعْلَمُ بِزَائِرِهٖ. قَالَ الشَّيْخُ ابْنُ حَجَرِ الْهَيْثَمِيْ: وَ وُقُوْفُهٗ فِيْ حَالِ الزِّيَارَةِ أَفْضَلُ مِنْ جُلُوْسِهٖ اِذْ هُوَ الْمَاثُوْرَ وَ هُوَ الْأَدَبُ. وَ قَالَ الْكِرْمَانِيْ: وَ يَضَعُ يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ كَمَا فِي الصَّلٰوةِ وَ جَزَمَ أَصْحَابُنَا اسْتِحْبَابَ وُقُوْفِ الزَّائِرِ عَلٰى نَحْوِ أَرْبَعَةِ أَذْرَعٍ مِنَ الشَّارِيَةِ الَّتِيْ عِنْدَ رَأْسِهِ الشَّرِيْفِ لَا يَقْرَبُ أَدْنىٰ مِنْ ذٰلِكَ فَإِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ شِعَارِ اٰدَابِ الْأَبْرَارِ. قَالَ الشَّيْخُ عَلِيِّ الْقَارِي: وَ مَالَ إِلَيْهِ النَّوَوِي ثُمَّ يَطْلُبُ الشَّفَاعَةَ فِي

الدُّنۡیَا بِتَوۡفِیۡقِ الطَّاعَةِ وَ فِي الۡآخِرَةِ بِغُفۡرَانِ الۡمَعۡصِیَةِ فَیَقُوۡلُ یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ أَسۡأَلُكَ الشَّفَاعَةَ ثَلَاثًا، ثُمَّ یَزُوۡرُ صَاحِبَیۡهِ الۡمُكَرَّمَیۡنِ وَ یُسَلِّم عَلَیۡهِمَا كَمَا حَرَّرَ وَ یَقُوۡلُ: وَ نَحۡنُ نَتَوَسَّلُ بِكُمَا إِلیٰ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ یَشۡفَعُ لَنَا اِلیٰ رَبِّنَا وَ أَنۡ یَتَقَبَّلَ سَعۡیَنَا وَ أَنۡ یُحۡیِیۡنَا عَلیٰ مِلَّتِهٖ وَ یُمِیۡتَنَا عَلَیۡهَا وَ یَحۡشُرۡنَا فِيۡ زُمۡرَتِهٖ بِرَحۡمَتِهٖ وَ كَرَمِهٖ إِنَّهٗ كَرِیۡمٌ رَحِیۡمٌ. اٰمِیۡن. وَ یَقُوۡلُ: (الشعر)

یَا خَیۡرُ مَنۡ دَفَنَتۡ فِيۡ التُّرَابِ اعۡظُمَهٗ
وَ طَابَ مِنۡ طِیۡبِهِنَّ الۡقَاعَ وَالۡاَكَمِ

نَفۡسِيۡ الۡفِدَاءُ بِقَبۡرٍ اَنۡتَ سَاكِنُهٗ
فِیۡهِ الۡعَفَافُ وَ فِیۡهِ الۡجُوۡدِ وَ الۡكَرَمِ

(ترجمہ) اپنے دل کو ہر چیز سے خالی کرے، دنیاوی امور میں سے ہر اس چیز سے قطع تعلق کرلے جس کا زیارت سے واسطہ و تعلق نہیں، تاکہ اس کا دل حضور صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ سے امداد حاصل کرنے کیلئے پوری طرح تیار ہو۔ پس ایسا دل جو دنیا کے خس و خاشاک، شہوت اور دنیاوی مرادوں میں مشغول ہو وہ مدد حاصل کرنے سے یکسر محروم ہوتا ہے، مددِ نبوی کا حصول اس کے لئے نہیں ہوسکتا، بلکہ بسا اوقات مذکورہ بالا اسباب محرومی کو لازمی بنا دیتے ہیں۔ حضورِ قلب کے ساتھ ساتھ اس چیز کا بھی لحاظ رکھے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ کی عفو و مہربانی بے پایاں ہے، نیز آپ کو اپنی قبر میں حیات یعنی حیات النبی کا عقیدہ بھی رکھتا ہو، نیز یہ عقیدہ بھی رکھتا ہو کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ ہر زائر کو اس کے درجہ اور مرتبہ کے مطابق جانتے ہیں، بلکہ احوال اور دل کی کیفیات بھی جانتے ہیں، اور پھر یہ عقیدہ بھی رکھتا ہو کہ آپ ہر ایک کی امداد جو اس کے مناسب حال ہے فرما سکتے ہیں، اور یہ عقیدہ بھی رکھتا ہو کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللہ کے خلیفۂ اعظم ہیں، جس کو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں اور جس سے چاہتے ہیں روک لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے سپرد کر دیئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ تک کوئی بھی بغیر آپ کے طریقے اور ذریعے کے نہیں پہنچ سکتا۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نے اپنی مسند میں ابنِ عمر رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سے روایت کیا کہ سنت یہ ہے کہ نبی کریم عَلَيْهِ السَّلَامُ کے روضہ کی حاضری کے وقت متوجہ الی المزار ہو، قبلہ کی طرف پیٹھ اور قبرِ انور کی جانب چہرہ، اس کے بعد یوں کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ۔ اور بیشک علماء کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ آپ اپنی قبر منور میں حیات ہیں اور زائر جو جانتے ہیں۔ کہا ابن حجر ہیتمی نے، زائر کا بوقتِ زیارت کھڑا رہنا بیٹھنے سے افضل ہے، کیونکہ منقول اسی طرح ہے اور ادب بھی اسی میں ہے۔ اور کرمانی شارح بخاری نے کہا کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے جیسا کہ حالتِ نماز میں ہاتھ باندھتا ہے، بوقتِ زیارت یہی کیفیت ہونی چاہئے۔ اور ہمارے اصحاب نے اس سنوانہ سے چار گز دور کھڑا ہونے کو مستحب کہا جس کے قریب آپ کا سر اقدس ہے، اور اس سے زیادہ قریب نہ ہو کیونکہ ابرار کے شعار کے آداب کے خلاف ہے۔ ملا علی قاری نے کہا اور امام نووی کا بھی یہی خیال ہے۔ پھر شفاعت طلب کرے دنیا میں اطاعت کی توفیق سے اور آخرت میں گناہوں کی بخشش سے، تو تین مرتبہ یہ الفاظ کہے یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَسْئَلُكَ الشَّفَاعَةَ (یا رسول اللہ میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں)۔ پھر شیخین کہ عین حضرت صدیق اکبر رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اور فاروق اعظم رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کی زیارت کرے اور ان دونوں پر سلام کہے جیسا کہ پہلے تحریر کیا گیا ہے۔ اور پھر کہیں کہ ہم وسیلہ پکڑتے ہیں تم دونوں کا طرف رسول کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے تا کہ آپ ہمارے رب کے ہاں ہماری شفاعت فرمادیں، یہ کہ اللہ تعالیٰ ہماری سعی کو قبول کرے، آپ کی ملّت پر زندہ رکھے اور اسی پر موت دے، اور ہمارا حشر آپ کے گروہ میں فرمائے، اپنی

رحمت اور کرم سے، بیشک وہ کریم رحیم ہے۔ آمین۔
(ترجمہ شعر) اے بہتر ان لوگوں سے کہ دفن کیا گیا ان کو قبروں میں، اور خوشبودار ہوگئے ان کی خوشبو سے میدان اور ٹیلے، اس قبر پر میری جان قربان جس میں آپ ساکن ہیں، اس میں بزرگی، سخاوت اور کرم ہے۔

اور صاحبِ قصیدہ بردہ نے کہا

یَا اَکۡرَمَ الۡخَلۡقِ مَالِیۡ مَنۡ اَلُوۡذُ بِہٖ
سِوَاکَ عِنۡدَ حُلُوۡلِ الۡحَادِثِ الۡعَمَمٖ

(ترجمہ) اے تمام مخلوق سے زیادہ سخی! کس سے میں مدد چاہوں تیرے بغیر جبکہ عام حوادثات کا نزول ہو۔

قبر کا طواف کرنا

قَالَ: مؤلف اربعین نے کہا کہ اسی طرح قبر کے گرد طواف کرنا جائز نہیں۔
اَقُوۡلُ: میں کہتا ہوں کہ ملا علی قاری کی عبارت سے ممانعت معلوم ہوتی ہے، مگر مطالب المومنین میں اس کا جواز نقل کیا گیا ہے۔ حَیۡثُ قَالَ وَ اِنۡ کَانَ قَبۡرُ عَبۡدٍ صَالِحٍ وَ یُمۡکِنُ أَنۡ یَّطُوۡفَ حَوۡلَہٗ طَافَ ثَلٰثًا أَوۡ سَبۡعًا۔ ترجمہ: ”اگر قبر بندۂ صالح کی ہے اور اس کے گرد چکر لگانے بھی ممکن ہیں تو تین یا سات مرتبہ چکر لگائے“۔ نیز مولانا جامی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ نے اپنی کتاب نفحات الانس میں ابوالخیر سے جواز کی روایت نقل کی ہے (واللہ اعلم)۔[92]

92علمائے اہلِ سنت کی اکثریت قبر کے طواف سے منع کرتی ہے، لہٰذا اکثریت کی رائے کے مطابق طواف نہیں کرنا چاہیے۔

قبر کو بوسہ دینا

قَالَ : مؤلف اربعین نے کہا کہ قبر کو بوسہ دینا جائز نہیں۔
اَقُولُ : میں کہتا ہوں کہ مطالب المومنین میں مرقوم ہے کہ والدین کی قبر کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ روی عَنِ ابْنِ عُمَرؓ أَنَّہٗ کَانَ یَضَعُ یَدَہُ الْیُمْنٰی عَلَی الْقَبْرِ ترجمہ ”ابن عمر رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اپنا داہنا ہاتھ قبر پر حصول تسکین کے لئے رکھتے تھے“۔

وَ وَرَدَ فِيْ سَنَدٍ جَيِّدٍ أَنَّ بِلَالًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا زَارَہٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ مِنَ الشَّامِ لِلْمَنَامِ السَّابِقِ ذِكْرَہٗ جَعَلَ يَبْكِيْ وَ يَمْرَغُ وَجْهَہٗ عَلَى الْقَبْرِ. وَ جَاءَ عَنْ فَاطِمَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا إِنَّہٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قُبِرَ اَخَذت فَاطِمَةُ اِبْنَتَہٗ قَبْضَةً مِنْ تُرَابِ قَبْرِهٖ وَ جَعَلَتْهُ عَلٰى عَيْنَيْهَا وَ بَكَتْ وَ انْشَدَتْ۔

(ترجمہ) جید سند میں مروی ہے کہ جب حضرت بلال رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نے حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی زیارت کی تو پہلے واقعات اور یادیں تازہ ہونے کی وجہ سے رونے لگے اور اپنے چہرے کو مزار اقدس سے ملنا شروع کردیا۔ اور حضرت فاطمہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا نے ایک مٹھی مٹی لی اور اپنی آنکھوں پر رکھی اور رونا شروع کردیا اور ساتھ ساتھ یہ اشعار پڑھے۔

مَاذَا عَلٰى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ أَحْمَدٍ
اَنْ لَّا يُشَمُّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا

(ترجمہ) کیا حرج ہے اس شخص کے لئے کہ جس نے حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے مزار کی مٹی سونگی ہو کہ مدّت دراز تک وہ قیمتی خوشبو نہ سونگے۔

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبٍ لَوْ أَنَّهَا
صُبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

(ترجمہ) مجھ پر مصائب ڈال دیئے گئے، اگر یہ مصائب دِنوں پر آجاتے تو وہ رات میں تبدیل ہوجاتے۔

وَ قَالَ الْخَطِيْبُ بَعْدَ مَا ذُكِرَ عَنْ بِلَالٍ وَ ابْنِ عُمَرٍ لَا شَكَّ إِنَّ الْإِسْتَغْرَاقَ فِي الْمُحَبَّةِ يَحْمِلُ عَلَى الْإِذْنِ فِيْ ذٰلِكَ وَالْمَقْصُوْدَ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ الْإِحْتِرَامُ وَالتَّعْظِيْمُ وَالنَّاسُ يَخْتَلِفُ مَرَابِتُهُمْ فِيْ ذٰلِكَ كَمَا كَانَتْ يَخْتَلِفُ فِيْ حَيَاتِهٖ فَأَنَاسٌ حِيْنَ يَرَوْنَ لَا يَمْلِكُوْنَ أَنْفُسَهُمْ بَلْ يُبَادِرُوْنَ إِلَيْهِ وَالنَّاس فِيْهِمْ اناءة يتاخرون وَ لِكُلٍّ محل خَيْرَاتهن وَ عَلىٰ هٰذَا يحمل قَوْل المحب الطَّبَرِي وَابْنُ أَبِي الصيف يجوز تقبيل القَبْر وَمسه وَعَلَيْهِ عَمَل الْعُلَمَاءِ الصَّالِحِيْنَ (طوالع الأنوار).

(ترجمہ) اور کہا خطیب نے بعد اس کے کہ ذکر کیا حضرت بلال رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سے، نہیں ہے شک اس بات میں کہ محبت میں استغراق اس کے جواز و اذن پر ابھارتا ہے، اور مقصود اس سے احترام اور تعظیم ہے، اور لوگوں کے مقاصد مختلف ہوتے ہیں اس معاملہ میں جیسا کہ زندگی میں مختلف ہوتے ہیں۔ پس بعض لوگ وہ ہیں جب دیکھتے ہیں مزار مقدم تو اپنے آپ پر قبضہ برقرار نہیں رکھ سکتے۔

قبروں پر چادر چڑھانا

قَالَ : مؤلف اربعین نے کہا کہ قبر پر غلاف ڈالنا جائز نہیں جیسا کہ نصاب الاحتساب میں لکھا ہے: تَسْجِيَّةِ الْقَبْرِ غَيْرُ مَشْرُوْعٍ اَصْلًا فِيْ حَقِّ الرِّجَالِ (مردوں کے لئے ان کی قبر کو ڈھانپنا بالکل جائز نہیں)۔

اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ دلیل دعویٰ کے مطابق نہیں۔ کیونکہ دلیل میں جس تسبیج کا ذکر اور ممانعت ہے وہ بوقتِ دفن ہے۔ اس مسئلہ کو تمام فقہائے کرام نے ذکر کیا ہے جس کا مطلب فقط اتنا ہے کہ بوقتِ دفن عورت کی قبر پر پردہ کیا جائے مگر مرد کی قبر پر نہ کیا جائے۔ اس مسئلہ کو اولیاء کے مزار پر غلاف ڈالنے کی ممانعت سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ طوالع الانوار اور اس کے متن در مختار میں لکھا ہے کہ

وَ يستجي اَيْ يغطي قَبْرَهَا اَيْ عَلىٰ سَبِيْلِ الْوُجُوْبِ كَمَا صَرَّحَ بِهِ الزَّيْلَعِيْ فِيْ كِتَابِ الْخُنْثىٰ: وَلَوْ خُنْثىٰ لِأَنَّهَا تَعَاملٌ بِالْأَحْوَطِ وَ إِنَّمَا يُسَجّىٰ قَبْرُ الْمِرْأَةِ لِأَنَّ بَدَنَهَا عَوْرَةٌ فَلَا يُؤْمَنُ اَنْ يَنْكَشِفَ شَيْءٍ حَالَ الْإِنْزَالِ فِي الْقَبْرِ وَ لِأَنَّهَا يَغطىٰ بِالنَّعْشِ لِهٰذِهِ الْعِلَّةِ وَقَدْ صَحَّ اَنَّ الْفَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا سُجِّيَ عَلىٰ قَبْرِهَا بِثَوْبٍ وَ نَعْشٍ عَلىٰ جَنَازَتِهَا وَلَمْ يَكُنِ النَّعْشُ قَبْلَ ذٰلِكَ فِيْ جَنَازَةِ أَحَدٍ حَتّىٰ مَاتَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَأُوْصِيَتْ أَنْ سَتَرَ جَنَازَتَهَا فَاتَّخَذُوْا لَهَا نَعْشًا مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ فَبَقِيْ ذٰلِكَ سُنَّةٌ فِيْ حَقِّ النِّسَاءِ فَيُسَجّىٰ قَبْرَهَا اِلىٰ أَنْ يُّسْوِيْ عَلَيْهَا اللَّحدُ وَلَا يُسَجّىٰ قَبْرَهٗ لِأَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حضَرَ جَنَازَةَ زَيْدٍ ابْنِ الْمُكَفِّفْ فَسْجىٰ قَبْرَهٗ بِثَوْبٍ فَاَخذَه وَّ اَلْقَاهُ وَ قَالَ إِنَّهٗ لَيْسَ بِاِمْرَأَةٍ. قَالَ فِي السِّرَاجِ: وَاخْتَلَفتِ الْعِبَارَةُ فِيْ هٰذَا فَذُكِرَ فِيْ بَعْضِ الْمَوَاضِعِ إِنَّهٗ يَكْرَهُ لِأَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنْكَرَهٗ وَ فِيْ بَعْضِ الْمَوَاضِعِ إِنَّهٗ لَا يَكْرَهُ وَ هٰذَا يَقْتَضِيْ جوازهٗ لِأَنَّهٗ يَفْعَلُ سَتَرًا لِلْمَيِّتِ وَ ذٰلِكَ غَيْرَ مَمْنُوْعٍ مِنْهُ اِلَّا إِنَّهٗ لَيْسَ بِسُنَّةٍ (انتهىٰ).

(ترجمہ) عورت کی قبر کو پردے کے ساتھ ڈھانپ دیا جائے اور ایسا کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ تصریح کی زیلعی نے کتاب الخُنثیٰ میں، اور کہا اگرچہ خنثیٰ کیوں نہ

ہو، کیونکہ عمل بالاحوط ہے۔ اور کسی کی قبر پر پردہ کیوں کیا جائے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا تمام بدن عورت ہے، ممکن ہے کہ اگر پردہ نہ کیا جائے تو بوقت انزال فی القبر (قبر میں اتارنا) جسم کا کوئی حصہ ننگا و ظاہر نہ ہوجائے۔ یہی وجہ ہے کہ جنازے کی چارپائی پر نعش یعنی ڈولی بناتے ہیں۔ اور حضرت فاطمہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا کے متعلق ثابت ہے کہ آپ کی قبر پر پردہ کیا گیا کپڑے کے ساتھ اور ڈولی بھی بنائی گئی۔ اور یہ نعش یعنی ڈولی بنانا اس سے پہلے نہیں تھا۔ آپ نے بوقتِ وصال وصیّت کی تھی کہ پردہ کیا جائے تو نعش بنائی گئی، کھجور کی ٹہنیوں سے نعش تیار کی گئی۔ تو اس دن سے ایسا کرنا عورت کے حق میں سنت ٹھہرا۔ پس عورت کی قبر پر پردہ کیا جائے یہاں تک کہ لحد کو برابر کردیا جائے۔ اور مرد کی قبر پر پردہ نہ کیا جائے کیونکہ حضرت علی رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ زید بن مکفّف کے جنازے میں شریک ہوئے تو ان کی قبر پر پردہ کیا گیا، آپ نے کپڑا پھینک دیا اور کہا یہ کوئی عورت تو نہیں۔ سراج میں کہا کہ اس مسئلہ میں عبارات مختلف ہیں، بعض مقام میں مکروہ کہا کیونکہ حضرت علیؓ نے منع فرمایا ہے، بعض نے لا یکرہ کہا یعنی مکروہ نہیں، اس سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ میت کے ستر کے لئے ایسا کیا جاتا ہے اور یہ منع نہیں مگر سنت بھی نہیں۔

قبروں پر پھول چڑھانا

قَالَ : مؤلف اربعین نے کہا اسی طرح قبر پر پھول یا پھولوں کی چادر ڈالنا بھی جائز نہیں۔

اَقُولُ : میں کہتا ہوں کہ قبر پر پھول ڈالنا سنن میں سے ہے، جیسا کہ طوالع الانوار نے کہا ہے۔

وَضَعَ جَرِيْدَة خَضرَاءَ عَلَى الْقَبْرِ لِلْإِتِّبَاعِ وَسَنَدُهٗ صَحِيْحٌ وَلِأَنَّهٗ يُخَفِّفُ عَنْهُ الْعَذَابُ بِبَرَكَةِ تَسْبِيْحِهَا وَ تَسْبِيْحُهَا أَكْمَلُ مِنْ تَسْبِيْحِ الْيَابِسَةِ لِمَا

فِيْ ذٰلِكَ مِنْ نَوْعٍ حَيَاةٍ وَ قِيْسَ بِهَا مَا اعتِيْدَ مِنْ طَرَحِ الرَّيْحَانِ وَ نَحْوِهٖ.

(ترجمہ) صاحبِ طوالع الانوار نے کہا کہ سبز شاخ کا قبر پر رکھنا نبی کریم عَلَيْهِ السَّلَامُ کی اتباع میں ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ دوسری وجہ سبز شاخ رکھنے کی یہ ہے کہ اس کی تسبیح کی برکت سے صاحبِ قبر کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے اور اس سبز شاخ کی تسبیح بہ نسبت خشک تنے کے اکمل ہے کیونکہ اس میں ایک گونہ حیات ہے جو خشک تنے میں نہیں، اور اسی سے پھول وغیرہ کے ڈالنے کے جواز کو قیاس کیا گیا ہے۔

پھول جنازے پر چادر وغیرہ اسی پر قیاس ہیں۔ نیز جس چیز سے زندہ خوش ہوتا ہے وہ چیز میّت کی خوشی کا باعث بھی بنتی ہے۔ کیا ہی کسی نے اچھا کہا۔

بر سر خاک ما بیا نغمہ عشق را سرا
کز جذباتِ شوق تو نعرہ ز خاک بر زنم

(ترجمہ) میری قبر پر عشق کا نغمہ آکر سنا تاکہ تیرے جذبات کے شوق سے میں قبر سے نعرہ لگاؤں۔

بعد از ہزار سال گر بر لحدم گذر کنی
مشک شود غبارِ من روح شود ہمہ تنم

(ترجمہ) اگر ہزار سال کے بعد بھی تو میری قبر سے گذرے تو میری خاک کستوری اور پورا جسم روح بن جائے گا۔

آں شمع راگذر بہ غبارم فتادہ است
پروانہ چوں سمن بہ مزارم فتادہ است

(ترجمہ) وہ شمع میری قبر سے گذری، پروانہ کلی کی طرح میرے مزار پر گرا۔

چمن نمود بنقشِ قدم غبار مرا
گرفتہ است بہ گُل شوخ من مزار مرا

(ترجمہ) اپنے نقش قدم سے میرے غبار کو باغ بنایا، سرخ پھولوں نے میرے مزار پر گھیرا ڈالا ہوا ہے۔

باروی پُر عرق بسر خاکِ ما بیا
ای ابرِ نو بہار برین کربلا بیا

(ترجمہ) پسینہ سے شرابور چہرے کے ساتھ میری قبر پر آ، موسمِ نوبہار کے بادل اس کربلا میں آ۔

بر مزارم شیشۂ بگذاشت پیرِ می فروش
کرد تخفیفِ عذاب از سبزۂ مینا مرا

(ترجمہ) میرے مزار پر بوتل چھوڑ گیا شراب فروش بوڑھا۔ سبز شراب کی پیاس کے عذاب کو مجھ پر ہلکا کردیا۔

اولیاء کرام کی نذر ماننا

قَالَ: مؤلف اربعین نے کہا کہ غیر خدا کی نذر ماننا، شیرینی تقسیم کرنا اور طعام قبر پر لانا بطریقِ نذر یا بطریقِ تقرب جائز نہیں۔

اَقُولُ: میں کہتا ہوں کہ نذر خدا کے لئے، ثواب بزرگوں کی ارواح کے لئے، اور طعام فقراء مجاورین کے لئے ہو تو اس میں حرج کیا ہے۔ ایسا فعل بالکل جائز ہے جیسا کہ طوالع الانوار میں مرقوم ہے۔

فِيْ بَيَانِ صِحةِ النَّذر. أَنْ يَّقُوْلُ يَا اللّٰهُ إِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ إِنْ شَفَيْتَ مَرِيْضِيْ أَوْ رَدَدتَّ غَائِبِيْ أَوْ قَضَيْتَ حَاجَتِيْ أَنْ أُطْعِمَ الْفُقَرَاءَ الَّذِيْنَ بِبَابِ الْإِمَامِ اَيْ فَلَانِيْ أَوْ اِشْتَرِيْ حَصِيْرًا لِمَسَاجِدِهِمْ أَوْ زَيْتًا بِوُقُوْدِهَا أَوْ دِرَاهِمَ لِمَنْ يَقْدُمُ شَعَائِرَهَا أَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ مِمَّا يَكُوْنُ فِيْهِ نَفْعٌ لِلْفُقَرَاءِ وَالنَّذْرُ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ. وَ ذَكَرَ الشَّيْخُ إِنَّمَا هُوَ لَبِيَانِ مَحَلِّ صَرَفِ النَّذْرِ لِمُسْتحَقِّيْهِ الْمُقِيْمِيْنَ بِربَاطِهٖ.

(ترجمہ) صحتِ نذر کے بیان میں یوں کہے: اے اللہ میں تیرے نام کی نذر مانتا ہوں، اگر تونے میرے مریض کو شفا بخشی یا میرے غائب کو لوٹایا یا میری حاجت پوری فرمائی، یہ کہ میں کھانا کھلاؤں گا فلاں بزرگ کے در پر جو محتاج اور فقیر رہتے ہیں ان کو، یا ان کی مسجد کے لئے چٹائی خرید کر دوں گا، یا تیل مسجد روشن کرنے کے لئے خرید کر دوں گا، یا روپے دوں گا اس کے لئے جو تعظیم کے لئے آئے، یا اس کے علاوہ جس میں نفع فقراء کے لئے ہو اور نذر خدا کے لئے۔ اور شیخ نے ذکر کیا کہ بیشک یہ نذر کے خرچ کرنے کے محل بیان میں ہے طرف مستحق حضرات کے۔

حصہ چہارم۔ عظمت و شانِ رسالت

مؤلف اربعین کا علمِ غیبِ پیغمبر ﷺ سے انکار

قَالَ: مؤلف اربعین نے رسالہ کے خاتمہ میں کہا کہ انبیاء و رسل اس باب میں سوائے کلمہ لَا اَدْرِيْ (میں نہیں جانتا) کچھ نہ کہیں گے۔ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا وَ اللّٰهِ لَا اَدْرِيْ وَ اللّٰهِ لَا اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَ لَا بِكُمْ (ترجمہ: اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا)۔

اَقُوْلُ: میں کہتا ہوں کہ چونکہ مجیب نے اپنے رسالہ کے خاتمہ میں خود اپنے عقائد کا اظہار کر دیا، بحکم كُلُّ إِنَاءٍ يَتَرَشَّحُ بِمَا فِيْهِ (برتن میں جو ہو گا وہی اس سے ٹپکے گا)۔ لہٰذا لازم ہوا کہ اُن کے مقابلہ میں مَیں راقم الحروف، احقرِ عباد اللہ، احمد سعید مجددی كَانَ اللّٰهُ لَهٗ عِوَضًا عَنْ كُلِّ شَيْءٍ (ہر چیز کے عوض اس کو خدائے تعالیٰ ہی ملے) بھی اپنے عقائد محامد اور مناقب کے باب میں بیان کروں، اور افضلِ انبیاء و رسل عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کی نعت، توصیف و مدح تعریف کے ساتھ اپنے رسالہ کو مزیّن کروں۔

مَآ اِنْ مَّدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِيْ
وَلٰكِنْ مَّدَحْتُ مَقَالَتِيْ بِمُحَمَّدٍ

(ترجمہ) میں اپنے کلام سے ممدوح عالم فخر آدم و بنی آدم سرورِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تعریف نہیں کررہا، بلکہ آپ کے اسم گرامی سے میں اپنے کلام کو مزین بنارہا ہوں۔

اور اس تعریف و منقبت کو اپنے بہترین خاتمہ کے لئے ذریعہ اور وسیلہ بناتا ہوں۔
گر قبول افتد زهی عز و شرف (زہے عزت و شرف اگر قبول ہوجائے۔)

هزار بار بشویم زبان بمشک وگلاب
هنوز نامِ توگفتن مرا نمی شاید

مؤلف اربعین کی عبارت کا جواب

اول مؤلف اربعین کی دلیل کا جواب ذکر کیا جاتا ہے۔ مؤلف اربعین نے کہا کہ حدیث میں ہے کہ آخرت کے متعلق کوئی نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کیا ہوگا اور کہاں سے اسے کھانا ہے اور کہاں اس نے مرنا ہے۔ یہ حدیث منسوخ ہے اور حدیث منسوخ قابل استدلال نہیں۔ اس حدیث کی ناسخ قرآن کریم کی آیت ہے:
"لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَ مَا تَأَخَّرَ" [93] (تاکہ آپ کی خاطر اللہ آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے)۔
اور یہ آیت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے حق میں ہے، اور امت کے حق میں یہ حدیث شریف ہے: کُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ۔

قَالَ الطِّيْبِيْ فِيْ تَفْسِيْرِ قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَدْرِيْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ: فيه وجوه أحدها ان هٰذا القول منه صلّى اللّٰه عليه وسلم حين قالت امرأة لعثمان بن مظعون لما توفي هنيئا لك الجنة زجرا لها علىٰ سوء الأدب بالحكم على الغيب ونظيره قوله لعائشة حين سمعها تقول

[93] سورۃ الفتح ۴۸، آیۃ ۲

طوبی لھٰذا عصفور من عصافیر الجنة: أو غیر ذٰلك یا عائشة. و ثانیها ان یکون منسوخًا بقوله تعالیٰ لِیَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبِكَ وَ مَا تَأَخَّرَ. کَمَا ذکره ابن عباس في قوله تعالیٰ وَلَا أَدۡرِيۡ مَا یَفۡعَلُ بِيۡ وَلَا بِکُمۡ. و ثالثها ان یکون نفیًا للدرایة المفصلة دون المجملة. و رابعها ان یکون مخصوصًا بالأمور الدینویة من غیر النظر الی سبب ورود الحدیث. لا یجوز حمل ھٰذا الحدیث و ما ورد في معناه علی ان النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم کان مترددا في عاقبة أمره غیر متیقن بما له عند اللّٰهِ من الحسنیٰ لما ورد عنه من الأحادیث الصحاح التي ینقطع العذر دونها بخلاف ذٰلك و ان یحمل علی ذٰلك و هو المخبر عن اللّٰہ تعالیٰ ان یبلغه المقام المحمود و انه اکرم الخلق الی اللّٰہ تعالیٰ و انه اول شافع و اول مشفع. انتهیٰ.

(ترجمہ) طیبی نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ اس میں کئی وجہیں ہیں:

(۱) آپؐ نے اس وقت فرمایا جب عثمان بن مظعونؓ کی بیوی نے عثمانؓ کی وفات کے بعد کہا هَنِيْئًا لَكَ الْجَنَّةَ (تجھے جنت مبارک ہو)۔ تو نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس کو سوئے ادب سمجھ کر فرمایا کہ حکم بالغیب لگانا تیرے حال کے مناسب نہیں۔ اس کی نظیر بالکل وہ قول ہے جو آپ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا) سے فرمایا تھا: جب انہوں نے کہا تھا طُوْبیٰ لِھٰذَا عَصْفُوْرٌ مِنْ عَصَافِيْرِ الْجَنَّةِ (اس کو مبارک ہو یہ تو جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑی ہے)، تو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا أَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ يَا عَائِشَةَ (یا اس کے برخلاف اے عائشہ)۔

(۲) یہ منسوخ ہے "لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ" سے جیسا کہ حضرت ابن عباس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نے "لَا أَدْرِيْ مَا يَفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ" کی تفسیر میں لکھا ہے۔

(۳) "لَا أَدْرِيْ" میں روایت تفصیلی کی نفی ہے۔
(۴) مخصوص ہے امورِ دنیا کے ساتھ۔
سببِ حدیث میں غور کئے بغیر یہ حدیث یا اس سے ہم معنی احادیث کا محل نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے اپنی عاقبت کے متعلق متردد ہونے پر جائز نہیں، کیونکہ احادیثِ صحیحہ سے بہترین انجام ثابت ہے۔ خود نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے خبر دی کہ آپ کو مقامِ محمود عطا کیا جائے گا، اور آپ اکرم الخلق علی اللہ، اوّل شافع اور اوّل مشفع ہیں۔

اور اسی طرح شیخ محقق نے ترجمہ مشکوٰۃ میں ذکر کیا ہے:

قَالَ سُبْحَانَهٗ فِيْ مَدحِ نَبِيِّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
" كَمَا أَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْ عَلَيْكُمْ اٰيَاتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ "[94]

(ترجمہ) اللہ سبحانہ نے ہمارے نبی اور ہمارے آقا محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی شان میں فرمایا: "اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں (نفسًا و قلبًا) پاک صاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت و دانائی سکھاتا ہے اور تمہیں وہ (اَسرارِ معرفت و حقیقت) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے"۔

وَ اَيْضًا قَالَ سُبْحَانَهٗ
" لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ "[95]

[94] سورۃ بقرہ ۲، آیۃ ۱۵۱۔ ترجمہ عرفان القرآن
[95] سورۃ توبہ ۹، آیۃ ۱۲۸۔ ترجمہ عرفان القرآن

(ترجمہ) اور اسی طرح اللہ سبحانہ نے فرمایا: ”بیشک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمہارے لئے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزو مند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لئے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں“۔

قال في المدارك لم يجمع اللّٰه اسمين من اسمائه لأحد غير رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [96]

(ترجمہ) تفسیر مدارک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ناموں میں سے دو نام کسی کے لئے جمع نہیں کئے سوائے رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے۔

و ایضًا قال اللّٰه تعالیٰ:
” وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ۝ “[97]

(ترجمہ) اسی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اور (اے رسولِ محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر“۔

و ایضًا قال سبحانه:
” يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا۝ وَ دَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا۝ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِأَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا۝ “[98]

---

[96] تفسیر مدارک، تفسیر سورہ توبہ (۹) آیۃ ۱۲۸۔
[97] سورۃ الانبیاء ۲۱، آیۃ ۱۰۷۔ ترجمہ عرفان القرآن
[98] سورۃ الاحزاب ۳۳، آیۃ ۴۵، ۴۶، ۴۷۔ ترجمہ عرفان القرآن

(ترجمہ) اور اسی طرح اللہ سبحانہ نے فرمایا: "اے نبیِ (مکرّم!) بیشک ہم نے آپ کو (حق اور خَلق کا) مشاہدہ کرنے والا اور (حُسنِ آخرت کی) خوشخبری دینے والا اور (عذابِ آخرت کا) ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اس کے اِذن سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور منوّر کرنے والا آفتاب (بنا کر بھیجا ہے)۔ اور اہلِ ایمان کو اس بات کی بشارت دے دیں کہ ان کے لئے اللہ کا بڑا فضل ہے (کہ وہ اس خاتم الانبیاء کی نسبتِ غلامی میں ہیں)"۔

ازین آیت فضیلت اُمت حضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دریاب۔

(ترجمہ) اس آیتِ شریفہ سے آپؐ کی اُمت کی فضیلت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔

وَ قَالَ سُبْحَانَهٗ:
" إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَ أَصِيْلًا ۝ إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيْهِمْ ۚ "[99]

(ترجمہ) اور حق سبحانہ نے فرمایا: "بیشک ہم نے آپ کو (روزِ قیامت گواہی دینے کے لئے اعمال و احوالِ امت کا) مشاہدہ فرمانے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین) کی مدد کرو اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بے حد تعظیم و تکریم کرو، اور (ساتھ) اللہ کی صبح و شام تسبیح کرو۔ (اے حبیب!) بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت

[99] سورۃ الفتح ۴۸، آیۃ ۸، ۹، ۱۰۔ ترجمہ عرفان القرآن

کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر (آپ کے ہاتھ کی صورت میں) اللہ کا ہاتھ ہے"۔

وَ قَالَ سُبْحَانَہٗ:
" مَّنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ أَطَاعَ اللّٰهَ "[100]

(ترجمہ) اور حق سبحانہ نے فرمایا: "جس نے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا"۔

وَ قَالَ جَلَّ جَلَالَہٗ:
" وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰىؕ "[101]
فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اِذًا لَا أَرۡضٰى وَ وَاحِدٌ مِنۡ أُمَّتِيۡ فِي النَّارِ.

(ترجمہ) اور فرمایا اللہ جلّ جلالہٗ نے: "اور آپ کا رب عنقریب آپ کو (اتنا کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے"۔ پس (جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو) آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک میرا ایک بھی اُمتی جہنم میں ہوا۔

وَ اَيۡضًا قَالَ سُبۡحَانَہٗ:
" وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَؕ "[102]

(ترجمہ) اور اسی طرح فرمایا حق سبحانہ نے: "اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر (اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر دنیا و آخرت میں ہر جگہ) بلند فرما دیا"۔

---

[100] سورۃ النساء ۴، آیۃ ۸۰۔ ترجمہ عرفان القرآن
[101] سورۃ الضحیٰ ۹۳، آیۃ ۵۔ ترجمہ عرفان القرآن
[102] سورۃ الشرح ۹۴، آیۃ ۴۔ ترجمہ عرفان القرآن

أي بالنبوة وغيرها أي رفع مثل ان قَرَن اسمه باسمه في كلمتي الشهادة والاذان والإقامة والخطبة وغيرها وجعل طاعته طاعته و صلى اللّٰه عليه في ملائكته و أمر المؤمنين بالصلوٰة عليه و خاطبه بالألقاب.

(ترجمہ) (مفسر کہتے ہیں کہ) **نبوت اور اس کے علاوہ دوسرے درجات سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ملایا** حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **کا نام اپنے نام کے ساتھ کلمۂ شہادت میں، اذان میں، اقامت اور خطبہ میں۔**

و ورد في الأحاديث الصحاح انه صلّى اللّٰه عليه وسلم سيد ولد اٰدم وأكثر الناس تبعًا يوم القيٰمة وأكرم الأولين والآخرين على اللّٰه و أول من ينشق عنه القبر وأول شافع وأول مشفع وأول من يقرع باب الجنة فيفتح اللّٰه له، و حامل لواء الحمد يوم القيٰمة تحته آدم و من دونه. و هو الذي قال عليه الصلوٰة والسلام علمت علم الأولين والآخرين ونحن الآخرون السابقون يوم القيٰمة وانا قائل قولا غير فخر وانا حبيب اللّٰه وانا قائد المرسلين ولا فخر وانا خاتم النبين ولا فخر وانا محمد بن عبد الله ابن عبد المطلب. ان اللّٰه خلق الخلق فجعلني في خيرهم، ثم جعلهم فريقين فجعلني في خيرهم فرقة، ثم جعلهم قبائل فجعلني في خيرهم قبيلة، ثم جعلهم بيوتًا فجعلني في خيرهم بيتًا، فانا خيرهم بيتًا وانا أول الناس خروجًا إذا بعثوا وانا قائدهم إذا وقدوا وانا خطبهم إذا نصتوا وانا مستشفعهم إذا حبسوا وانا مبشرهم إذا يئسوا. والكرامة والمفاتيح يومئذ بيدي ولواء الحمد يومئذ بيدي، وانا أكرم ولد آدم علي ربي يطوف على الف خادم كانهم بيض مكنون وإذا كان يوم القيٰمة كنت إمام النبيين وخطبهم وصاحب شفاعتهم غير فخر لولاه لما خلق اللّٰه سبحانه الخلق ولما اظهر الربوبية كان نبيًا وآدم بين الماء والطين.

(ترجمہ) اور صحیح احادیث میں مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اولادِ آدم کے سردار ہیں، قیامت کے دن اکثر امت والے ہیں، اولین و آخرین سے اکرم عزت والے ہیں، سب سے پہلے آپ کی قبر انور پھٹے گی، پہلی شفاعت کرنے والے اور شفاعت قبول کئے ہوئے ہیں، سب سے پہلے آپ جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کے لئے جنت کا دروازہ کھولے گا۔ لواء الحمد کے اٹھانے والے ہیں۔ قیامت کے دن آدم عَلَیْہِ السَّلَامُ اور دوسرے تمام انبیاء کرام آپ کے جھنڈے تلے ہوں گے۔ اور آپ نے فرمایا کہ مجھے اولین و آخرین کا علم عطا کیا گیا۔ ہم آنے میں سب سے آخر ہیں، قیامت میں سب سے آگے، اور میں کہتا ہوں بلا فخر۔ میں اللہ کا حبیب ہوں، میں مرسلین کا قائد ہوں لیکن مجھے اس پر فخر نہیں۔ میں محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عبداللہ کا بیٹا اور عبدالمطلب کا پوتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کی تو مجھے بہتر مخلوق میں بنایا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو گروہوں میں تقسیم کیا تو مجھے بہتر گروہ میں رکھا، پھر انکو قبیلہ قبیلہ بنایا تو مجھے بہتر قبیلہ سے بنایا، پھر گھروں کو بنایا تو مجھے بہتر گھر سے بنایا۔ پس میں ذات کے اعتبار سے بھی بہتر ہوں اور گھر کے اعتبار سے بھی بہتر ہوں۔ جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو سب سے پہلے مزار سے میرا خروج ہوگا اور میں ان کا قائد ہوں گا جب وہ چلیں گے، میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ خاموش ہوں گے، میں سفارش کروں گا جب گرفتار ہوں گے، اور میں خوش خبری دینے والا ہوں گا جب وہ ناامید ہوں گے۔ عزت اور چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی، اور حمد کا جھنڈہ میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور میں آدم عَلَیْہِ السَّلَامُ کی تمام اولاد سے شرافت و عزت والا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چکر لگائیں گے، مجھ پر چاندی کی طرح خوبصورت ہزار غلام اور جب قیامت کا دن ہوگا تو میں تمام انبیاء کا امام ہوں گا اور خطیب ہوں گا اور شفاعت کرنے والا، مگر مجھے فخر نہیں۔ اگر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا وجودِ گرامی نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا نہ کرتا اور

اپنی ربوبیت کا اظہار نہ کرتا۔ آپ نبی تھے اور آدم عَلَیْہِ السَّلَامُ پانی اور کیچڑ میں تھے۔

نماند بعصیان کسی در گرو
کہ دارد چنین سید پیشرو

(ترجمہ) وہ شخص گناہوں میں رہن نہیں رہ سکتا جس کا سردار آگے جانے والا ہو۔

محمدﷺ عربی کآبروئی ہر دو سراست
کسی کہ خاکِ درش نیست خاک بر سرِ او

(ترجمہ) محمدِ عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تمام جہاں کی آبرو ہیں، جو آپ کے در کی خاک نہیں، اس کے سر پر خاک ہے۔

خاکی و باوج عرش منزل
امّی و کتابخانہ در دل

(ترجمہ) وہ خاکی ہیں، لیکن ان کا مقام عرش کے اوپر ہے۔ اُمّی ہیں لیکن دل کے اندر پورا کتابخانہ رکھتے ہیں۔

وَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأُكْسىٰ حُلَّةٌ مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ أَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ لَيْسَ أَحَدٌ يَقُوْمُ ذٰلِكَ الْمَقَامَ غَيْرِيْ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيْ.[103]

[103] جامع ترمذی، کتاب المناقب، حدیث ۳۹۷۰

(ترجمہ) ابو ہریرہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ میں جنتی لباس سے جوڑا پہنایا جاؤں گا، پھر میں عرش کی دائیں جانب کھڑا ہوں گا، اس مقام پر میرے سوا کوئی دوسرا کھڑا نہیں ہوسکے گا۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ فَضَّلَ مُحَمَّدًا عَلَى الْأَنْبِيَاءِ وَ عَلىٰ أَهْلِ السَّمَاءِ قَالُوْا يَا أَبَا عَبَّاسَ بِمَ فَضَّلَهٗ عَلىٰ أَهْلِ السَّمَاءِ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالىٰ قَالَ لِأَهْلِ السَّمَاءِ وَ مَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ إِنِّيْ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذَالِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ، كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ. وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا، لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ. قَالُوْا وَمَا فَضْلُهٗ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ الخ وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ ج فَأَرْسَلَهٗ اِلَى الْجِنِّ وَالْإِنْسِ.
مشکوٰۃ شریف

(ترجمہ) حضرت ابن عباس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو تمام انبیاء کرام اور اہلِ سماوات پر فضیلت بخشی ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی کیسے آپ کو اہلِ سماوات پر فضیلت دی گئی؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ اللہ نے اہلِ سماوات سے فرمایا جو بھی ان میں سے یہ کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں پس اس کو ہم جہنم کی سزا دیں گے اور اس طرح ظالم کی سزا ہے۔ اور نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ" ترجمہ: (اے حبیبِ مکرم!) بیشک ہم نے آپ کے لئے (اسلام کی) روشن فتح (اور غلبہ) کا فیصلہ فرما دیا۔ تاکہ آپ کی خاطر اللہ آپ کی (امت کے اُن تمام اَفراد کی)

اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے۔ حاضرین نے عرض کی کہ انبیاء کرام پر آپ کو کیسے فضیلت ملی، تو آپ نے فرمایا کہ دیگر انبیاء عظام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر نبی کو ہم نے اس کی قوم کی زبان کے ساتھ مبعوث فرمایا، یعنی ایک خاص قوم کے لئے ان کی بعثت تھی، مگر نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے متعلق فرمایا کہ ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لئے بشیر نذیر بناکر مبعوث فرمایا، تو یہاں بعثت عمومی ہے، کوئی ذرّہ بھی حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے دائرۂ رسالت و نبوت کے باہر نہیں۔

وَ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَّا تَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهٖ ذٰلِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ، وَ نَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ، قَدْ عَلِمَهٗ أَصْحَابِيْ هٰؤُلَاءِ وَ إِنَّهٗ لَيَكُوْنُ مِنْهُ الشَّيْءُ قَدْ نَسِيْتُهٗ فَأَرَاهُ فَاذْكُرُهٗ كَمَا يَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ إِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ إِذَا رَاٰهُ عَرَفَهٗ. متفق عليه[104]

(ترجمہ) حضرت حذیفہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہم میں کھڑے ہوئے اور آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا، قیامت تک جو ہونے والا تھا آپ نے اسی مقام پر بیان کردیا، ہم میں سے کسی نے یاد رکھ لیا اور کوئی کچھ بھول گیا۔ مگر جب کوئی واقعہ سامنے آتا تو ہمیں یاد آجاتا کہ یہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس خطبہ میں بیان فرمایا تھا، جیسا کہ کوئی آدمی حاضری کے بعد غائب ہوجائے، عرصہ کے بعد ملاقات ہو تو انسان پہچان جاتا ہے کہ یہ شخص تو وہی فلاں ہے۔ اس طرح کوئی واقعہ پیش آنے کے بعد ہم کو خطبہ میں اس کا مذکور ہونا یاد آجاتا۔

علیٰ ہٰذا القیاس بے شمار ایسے امور پر جن کا آخرت سے تعلق ہے آپؐ نے خبر

104 صحیح مسلم، کتاب الفتن و اشراط الساعۃ، حدیث ۲۹

دی جو یقیناً ہونے والے ہیں۔ اور ہر مومن کے لئے ضروری ہے کہ ان امور پر ایمان رکھے۔ پس کمال تعجب تو زمانہ کے ایسے علماء پر ہے جو باوجود وفور علم حضرت مخبرِ صادق صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے کہ دیگر انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَامُ میں سے کسی کو بھی حضرت علام الغیوب جل علمه و عظمة قدرته نے ایسا علم، قدرت و عظمت عنایت نہیں کی، سب سے سبقت کا گیند لے گئے، اس طرح کہ کمالات و صفات میں آپ کی مثل کوئی بھی نہیں گذرا۔

خوبی و ناز کرشمہ حرکات و سکنات
آنچہ خوبان همہ دارند تو تنہا داری

(ترجمہ) دوسروں کے تمام کمالات آپ کی ذات میں جمع ہیں۔

نہیں نہیں میں نے غلط کہا، بلکہ سب سے ہر لحاظ اور ہر وجہ سے سبقت لے گئے ہیں۔

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَیْسَ لَہٗ
حَدٌّ فَیُعْرِبَ عَنْہُ نَاطِقٌ بِفَمٍ[105]

(ترجمہ) پس بیشک حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عظمت و فضیلت کی انتہا نہیں کہ کوئی بھی بولنے والا منہ سے اس کا اظہار کرسکے۔

ترا دیدہ و یوسف را شنیدہ
شنیدہ کے بود مانند دیدہ

[105] قصیدہ بردہ شریف

(ترجمہ)

ای چھرۂ زیبای تو رشکِ بتانِ آزری
ھر چند و صفت میکنم ور حسنَ زانَ زیبای تری

(ترجمہ) تیرا چہرہ آذر کے خوبصورت اور منقش بتوں سے بھی خوبصورت ہے، جتنی بھی میں تیری تعریف کروں تو اس سے بڑھ کر ہے۔

آفاقھا گرویده ام مهرِ بتان ورزیده ام
بسیار خوبان دیده ام لیکنَ تو چیزی دیگری

(ترجمہ)

تو باین جمال و خوبی چو بطورِ جلوه آئی
اَرِنِی بگوید آنکس کہ بگفت لَن تَرَانِی

(ترجمہ) تو اگر اس جمال خوبی کے ساتھ کوہ طور پر جلوہ نما ہو تو وہ ذات بھی اَرِنِی کہے جس نے لَن تَرَانِی کہا۔

موسیٰ ز هوش رفت بیک پرتوِ صفات
تو عین ذات می نگری ور تبسمی

(ترجمہ) موسیٰؑ صفات کے ایک جلوہ سے ہی بیہوش ہوگئے۔ اور آپؐ عین ذات کا مشاہدہ کرکے بھی تبسم فرماتے ہیں۔

بصورتِ تو نگاری نیا فرید خدا
ترا کشیده تو دست از قلم کشید خدا

(ترجمہ) تیرے نقش نگار کی مثل اللہ نے نہیں پیدا کیا۔ تجھے بنایا اور ہاتھ قلم سے کھینچ لیا۔

گر مصور صورتِ آن دلستان خواهد کشید
حیرتی دارم کہ نازش را چسان خواهد کشید

(ترجمہ) اگر مصور اس محبوب کی صورت کھینچنا چاہے تو مجھے اس بات پر تعجب اور حیرانی ہے کہ اس کا ناز کس طرح کھینچے گا۔

نبی کریم ﷺ کو اپنے جیسا خیال کرنا کفار کا عقیدہ ہے

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے عام علم شریف کا انکار کرتے ہیں اور لَا اَدْرِیْ کا کلمہ آپ کی شان میں لکھتے ہیں، اور اپنی مثل جانتے ہیں اور اپنے جیسا خیال کرتے ہیں۔

" تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ " [106]

(ترجمہ) کچھ بعید نہیں کہ اس (بہتان) سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کفار کا یہ مقولہ نقل کیا ہے:

" قَالُوْا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا " [107]

---

106 سورۃ مریم ۱۹، آیۃ ۹۰

107 سورۃ یٰسٓ ۳۶، آیۃ ۱۵

(ترجمہ) انھوں نے کہا: تم تو محض ہماری طرح بشر ہو۔

(مثنوی)[108]

همسری با انبیاء برداشتند
اولیاء را همچو خود پنداشتند

(ترجمہ) انھوں نے انبیاء کے ساتھ برابری کا دعویٰ کردیا، اور اولیاء کو اپنی طرح گمان کرلیا۔

گفته اینک ما بشر ایشان بشر
ما و ایشان بستۂ خوابیم و خور

(ترجمہ) اور یہ کہا کہ ہم بھی بشر ہیں اور وہ (انبیاء و اولیاء) بھی بشر ہیں، ہم اور وہ سونے اور کھانے کے پابند ہیں۔

این ندانستند ایشان از عمی
هست فرقی درمیان بی منتهی

(ترجمہ) اپنے اندھے پن کی وجہ سے وہ یہ نہ سمجھے، کہ ان دونوں میں بے انتہا فرق ہے۔

هر دو گون زنبور خوردند از محل
لیک شد زان نیش و زین دیگر عسل

108 مثنوی معنوی، دفتر اول۔ اشعار کا ترجمہ مولانا شریف ہزاروی اور قاضی سجاد حسین کے تراجم کو مِلاکر کیا گیا ہے۔ کاتب

(ترجمہ) دونوں قسم کی مکھیوں نے ایک ہی جگہ سے کھایا، لیکن ایک نے شہد پیدا کیا اور دوسری نے کاٹنا شروع کیا۔

هر دو گون آهو گیا خوردند و آب
زین یکی سرگین شد و زان مشک ناب

(ترجمہ) دونوں قسم کے ہرنوں نے گھاس کھایا اور پانی پیا، ایک سے گوبر پیدا ہوا اور دوسرے سے خالص مُشک۔

هر دو نی خوردند از یک آب خور
این یکی خالی و آن پر از شکر

(ترجمہ) دونوں نرسلوں نے ایک ہی جگہ سے پانی پیا، لیکن ایک خالی اور دوسری شکر سے بھری ہوئی ہے۔

صد هزاران این چنین اشباه بین
فرقشان هفتاد ساله راه بین

(ترجمہ) اس جیسی لاکھوں (مشابہت کی) مثالیں تیرے سامنے ہیں، (لیکن) اُن میں ستر سالہ راہ کا فرق دکھائی دیتا ہے۔

این خورد گردد پلیدی زو جدا
آن خورد گردد همه نور خدا

(ترجمہ) یہ کھاتا ہے تو اس سے نجاست نکلتی ہے، اور وہ جو کچھ کھاتے ہیں سب خدا کا نور بن جاتا ہے۔

این خورد زاید همه بخل و حسد
و آن خورد زاید همه نور احد

(ترجمہ) یہ کھاتا ہے تو سراسر حسد اور بخل پیدا ہوتا ہے، اور وہ کھاتے ہیں تو سب خدا کا نور بن جاتا ہے۔

این زمین پاک و آن شوره ست و بد
این فرشتهٔ پاک و آن دیواست و دد

(ترجمہ) یہ پاک زمین ہے اور وہ شور اور خراب، یہ پاک فرشتہ ہے اور وہ شیطان اور درندہ۔

هر دو صورت گر به هم ماند رواست
آبِ تلخ و آبِ شیرین را صفاست

(ترجمہ)

جز که صاحب ذوق کی شناسد بیاب
او شناسد آب خوش از شوره آب

(ترجمہ) سوائے صاحبِ ذوق کے کوئی نہیں پہچان سکتا یہ سمجھ لے، کہ وہی میٹھے پانی کو کھارے سے جدا کرتا ہے۔

جز که صاحب ذوق کی شناسد طعوم
شهد را ناخورده کی داند ز موم

(ترجمہ) صاحبِ ذوق کے بغیر ذائقہ کو کوئی نہیں پہچان سکتا، جس نے شہد نہ چکھا ہو وہ شہد اور موم میں فرق کیسے کر سکتا ہے۔

سحر را با معجزه کرده قیاس
هر دو را بر مکر پندارد اساس

(ترجمہ) جادو اور معجزہ کو ایک دوسرے پر قیاس کیا، دونوں کی بنیاد مکر و فریب پر سمجھتا ہے۔

ساحران با موسی از استیزه را
برگرفته چون عصای او عصا

(ترجمہ) جادوگروں نے موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ سے مقابلہ کے لئے، ان کی لاٹھی جیسی لاٹھی ہاتھ میں اٹھا لی۔

زین عصا تا آن عصا فرقیست ژرف
زین عمل تا آن عمل راهی شگرف

(ترجمہ) لیکن اِس عصا اور اُس عصا میں گہرا فرق ہے، اِس کام میں اور اُس کام میں بڑا فاصلہ ہے۔

لعنة الله این عمل را در قفا
رحمة الله آن عمل را در وفا

(ترجمہ) اِس عمل کے بعد اللہ کی لعنت ہے، اُس عمل میں اللہ کی رحمت شامل ہے۔

کافران اندر مری بوزینه طبع
آفتی آمد درون سینه طبع

(ترجمہ) کافر لوگ جھگڑا کرنے میں دراصل بندر کی طبیعت والے ہیں، (اور ان کی طمع اور لالچ) سینہ میں چھپی ہوئی ایک آفت اور مصیبت ہے۔

هر چه مردم میکند بوزینه هم
آن کند کز مرد بیند دم بدم

(ترجمہ) جو کچھ انسان کرتا ہے بندر بھی کرتا ہے، جو انسان کو پے در پے دیکھتا ہے وہ کرتا ہے۔

او گمان برده که من کردم چو او
فرق را کی داند آن استیزه رو

(ترجمہ) اس نے گمان کیا کہ میں بھی اس کی طرح کرتا ہوں، دونوں کے کرنے میں وہ فرق کو کیا جانے۔

این کند از امر و او بهر ستیز
بر سر استیزه رویان خاک ریز

(ترجمہ) یہ (مومن) حکمِ خداوندی سے کرتا ہے اور وہ (کافر) مقابلہ کے لئے، مقابلہ کرنے والوں کے سر پر خاک ڈال۔

صحیح حدیث میں مروی ہے کہ:

وَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهىٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ إِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ "وَأَيُّكُمْ مِثْلِيْ إِنِّيْ أَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَ يَسْقِيْنِيْ". متفق عليه[109]

حضرت ابو ہریرہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اپنے صحابہ کو صومِ وصال سے منع فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) آپ خود تو صومِ وصال رکھتے ہیں؟ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے جواب میں فرمایا کہ تم میں سے کون میری مثل ہے، میں تو اللہ تعالیٰ کے پاس رات بسر کرتا ہوں اور مجھے میرا اللہ کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اس حدیث کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے روایت کیا۔

اس حدیث میں بھی نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے امت کے ساتھ اپنی مماثلت کی نفی فرمائی ہے، اور حدیث میں یہ چیز بالصراحت موجود ہے۔ اس ارشاد عالیہ کے باوجود نادان لوگ مماثلت کا دعویٰ کریں تو ان کا مقصد صرف رسولِ کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے حکم کی مخالفت معلوم ہوتی ہے۔ اور رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے حکم کی مخالفت کی سزا قرآن کریم میں موجود ہے:

"وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَاءَتْ مَصِيْرًا ۝" [110]

---

109 صحیح بخاری، کتاب الصوم، حدیث ۲۷۔ صحیح مسلم، کتاب الصیام، حدیث ۷۳

110 سورۃ النساء ۴، آیۃ ۱۱۵

(ترجمہ) اور جو شخص رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت کی راہ واضح ہو چکی اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ کی پیروی کرے تو ہم اسے اسی (گمراہی) کی طرف پھیرے رکھیں گے جدھر وہ (خود) پھر گیا ہے اور (بالآخر) اسے دوزخ میں ڈالیں گے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

خصائصِ رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

افسوس ہزار بار افسوس کہ "ما بہ الاشتراک" تو تلاش کیا مگر "ما بہ الامتیاز" پر غور نہ کیا۔ اس نوپید طائفہ (وہابیہ) کے لئے خصائصِ کبریٰ کا مطالعہ لازمی و ضروری ہے تاکہ اس کا ایمان درست ہوجائے، ورنہ عقیدہ میں خرابی ہی خرابی ہے۔

حضرت سرورِ کائنات عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ کی خصوصیات سے چند باتیں رقم کرتا ہوں، امید ہے ہوشِ گوش سے توجہ کریں گے۔

اس محبوبِ رحمٰن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے وجودِ باجود کے سبب زمانہ میں جو جہالت کی تاریکی و ظلمت تھی نورِ ایمان و ہدایت سے تبدیل ہوگئی، اور آسمانوں پر جن و شیطان کی آمد و رفت و جاسوسی ختم ہوگئی اور شہابِ ثاقب سے مرجوم ہوئے۔

اہلِ فارس کا آتشکدہ جو ہزار سال سے شعلہ زن تھا سرد ہوگیا۔

حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ختنہ کردہ، ناف بریدہ، اور سرمہ کشیدہ پیدا ہوئے۔ جب زمین پر تشریف لائے تو سر اقدس سجدہ میں رکھا اور اپنی انگلی مبارک آسمان کی طرف اٹھائی، اس کے بعد سر اقدس اٹھایا اور بزبان فصیح کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ اس وقت بادل کا ٹکڑا نیچے اترا، اور جب حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو اٹھایا اور غائب کرلیا تو حضرت آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا کہتی ہیں میں نے سنا، منادی کہہ رہا تھا کہ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دنیا کے گرد پھیرو تاکہ مخلوق آپ کو آپ کے نام سے اور اوصاف سے اور صورت سے پہچان لے۔ اور چشم زدن میں وہ بادل روشن ہوا۔ اور حضرت بیبی آمنہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا فرماتی ہیں تھوڑی دیر بعد

پھر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو واپس لایا گیا۔ یوں معلوم ہورہا تھا کہ ستارے قریب قریب آرہے ہیں۔ ایسا یقین ہورہا تھا کہ سب کے سب زمین پر گرنے والے ہیں۔ اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے نور سے حرم کی تمام زمین روشن ہوگئی، اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ ایک نور ظاہر ہوا کہ مشرق سے لیکر مغرب تک زمین روشن ہوگئی، اس روشنی میں شام اور روم کے محلّات نظر آنے لگے۔

اور مدائن میں قصرِ کسریٰ نوشیرواں میں شگاف پڑگئے، اور اس کے کنگروں میں سے چودھ کنگرے گرے۔

حلیمہ سعدیہؓ آپ کو اپنے قبیلہ میں لے کر گئیں، بے پناہ برکات ان دنوں میں حلیمہ اور بنی سعدیہ کے قبیلہ کو حاصل ہوئیں۔ خشک سالی سبزہ سالی میں تبدیل ہوئی اور بالیقین قوم کے ہر چھوٹے بڑے نے جان لیا کہ یہ برکت فقط اس پیارے مہمان گرامی کی وجہ سے ہے۔ بوقتِ رضاعت آپ نے عدل و انصاف کے پرچم کو بلند کرتے ہوئے دوسرے پستان سے دودھ تک نہ نوش فرمایا، اس کو اپنے رضاعی بھائی کے لئے چھوڑ دیا۔ اور بچپن میں آپ نے دوسرے بچوں کی طرح کبھی بھی لباس پاجامہ میں بول غائط نہ کئے بلکہ دن رات میں اپنے وقت معین پر ضروریات سے فراغت حاصل کی۔ اور ستر عورت ہمیشہ فرماتے، اگر کبھی کبھار جسم کا کوئی خاص حصہ بے پردہ ہوجاتا تو آپ اس کو ڈھانپنے کے لئے رونا شروع کردیتے۔ اگر پردہ ڈالنے میں کچھ تاخیر ہوجاتی تو غیب سے خودبخود کوئی پردہ ڈال دیتا۔ فرشتوں و ملائکہ کے حرکت دینے سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حرکت کرتے اور پہلو بدلتے۔ اور چاند حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے کلام کرتا اور جس طرف اشارہ فرماتے جھک جاتا۔

اور آپ کے جسم کی بڑھائی ایک دن میں اس قدر ہوتی جتنا عام بچوں کی ایک ماہ میں۔ اور جب آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دو ماہ کے ہوئے تو دیوار کے سہارے چلنے لگے، اور جب عمر چھ ماہ کی ہوئی تو چلنے کی طاقت بھی ہوگئی۔ اور جب آپ کی بات سننے کے لئے کوئی قریب ہوتا تو آواز آتی اَللّٰہُ أَکْبَرُ اَللّٰہُ أَکْبَرُ اَلْحَمْدُ

لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ اور نو ماہ کی عمر شریف میں آپ فصیح و بلیغ کلام فرمانے لگے۔ اور جب آنحضرت کا پہلی مرتبہ شقِ صدر ہوا اس وقت آپ حلیمہ سعدیہ کے پاس تھے، فرشتوں نے قلب مبارک شق کیا، مصفیٰ سیاہ نکال کر نور بھرا، پھر دوبارہ دل کو خانہ میں رکھ دیا۔ زخم خودبخود مندمل ہوگیا۔

اور ہزار آدمیوں کے ساتھ آپ کو وزن کیا گیا مگر وہ ہزار آپ کے ہم پلہ نہ ہوئے۔ اگر ساری امت کے ساتھ آپ کو وزن کیا جاتا تو آپ کا پہلو راجح ہوتا۔

اور جب بھی آپ شجر و حجر سے گذرتے تو آواز آتی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اور بطن نخل میں جنوں کی ایک جماعت نے آپ کے دست مبارک پر ایمان قبول کیا اور ایمان لائی۔

کوئی جانور آپ کے سر اقدس کے اوپر سے نہیں گذرتا تھا۔ آپ کے سر مبارک پر بادل سایہ کرتے، اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ اور مکھی آپ کے جسم مبارک پر نہیں بیٹھتی تھی۔

اور حضرت حق سبحانہ نے آپ کو معراجِ جسمانی کے ساتھ مختص فرمایا، حق جل و علا نے آپ کو جنت دوزخ پر مطلع فرمایا، اور وہاں تک لے جایا گیا جہاں کسی کے علم کی بھی رسائی نہیں۔ اور حق شانہ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ اللہ سبحانہ نے اس رات دیدار اور کلام دونوں سے آپ کو نوازا۔ اولین و آخرین کے علوم آپ کو عطا فرمائے۔ اور آنکھ کو اس درجہ قوت دی گئی کہ روشنی ہو یا تاریکی سامنے ہو یا پیچھے، قریب ہو یا بعید، حاضر یا غائب آپ اس کو برابر دیکھتے۔ عقد پروین میں گیارہ ستاروں کو شمار کرلیتے۔ قوتِ سامعہ اس درجہ کی تھی کہ بیداری ہو یا خواب، دور ہو یا نزدیک، آپ سن لیتے۔

اور نیند حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے لئے ناقصِ وضو نہ تھی۔ تَنَامُ عَیْنَایَ وَ لَا یَنَامُ قَلْبِیْ (آنکھیں آرام کرتی ہیں مگر دل غافل نہیں ہوتا) اس پر نصِ قاطع

ہے۔[111]

اور آپ کے دستِ مبارک پر ہزاروں معجزوں کا ظہور ہوا۔ پرفیض انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا، کنکریوں کا دستِ مبارک میں تسبیح کہنا، چاند کا اشارہ سے دو ٹکڑے ہوجانا، کفار کا ایک مٹھی ریت سے نابینا ہوجانا، اور بے شِیر بکری سے دودھ کی نہریں جاری کرنا، دست مبارک کو قتادہ بن ملحان رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کے چہرے پر پھیرنا جس سے ان کا چہرہ اس درجہ روشن ہوا کہ ہر چیز کا عکس ان کے چہرے میں نظر آنے لگا۔[112]

انس بن مالک رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کہتے ہیں کہ مشک عنبر سے بھی بڑھ کر خوشبو حضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے بدن مبارک کے پسینہ میں تھی۔[113] جس کوچہ سے آپ کا گذر ہوتا خوشبوؤں کی وجہ سے لوگوں کو خودبخود معلوم ہوجاتا کہ آپ معدنِ عطر صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس جانب تشریف لے گئے ہیں۔ کیا ہی اچھا کسی نے کہا ہے: اشعار [114]

قَلَقُ الْمَلِيْحَةِ وِهْيَ مِسْكٌ هَتْكُهَا
وَ مَسِيْرُهَا فِي اللَّيْلِ وَ هِيَ ذُكَاءُ

(ترجمہ) محبوبہ کا اضطراب اس حال میں کہ وہ کستوری ہے، اس کی پردہ دری ہے۔
اور جینا اس کا رات میں اس حال میں کہ وہ سورج ہے۔

اَمِنَ ازْدِيَارَكِ فِي الدُّجَى الرُّقَبَاءُ
اِذْ حَيْثُ كُنْتِ مِنَ الظَّلَامِ ضِيَاءُ

111 سنن ابو داؤد، کتاب الطہارہ، حدیث ۲۰۲
112 مجمع الزوائد
113 صحیح مسلم، کتاب الفضائل، حدیث ۱۱۲
114 دیوان متنبی

(ترجمہ) امن میں ہیں تیری زیارت سے اندھیروں میں تیرے رقیب۔ کیونکہ جہاں بھی تو ہو وہاں اندھیروں سے روشنی ہوجاتی ہے۔

لَمْ تَلْقَ هٰذَا الْوَجْهَ شَمْسُ نَهَارِنَا
اِلَّا بِوَجْهٍ لَيْسَ فِيْهِ حَيَاءُ

(ترجمہ) نہیں ملاقات کرسکتا اس چہرہ کی ہمارے ان کے سواء، مگر ایسے چہرے کے ساتھ کہ جس میں حیا نہ ہو۔

جس یتیم کے سر پر دستِ مبارک پھیر دیتے وہ معطّر اور دُرّ یتیم بن جاتا۔ اور عورتیں آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پسینہ مبارک کو بوتلوں میں بند کرلیتیں اور دلہنوں کو لگاتیں، ان دلہنوں سے ایسی خوشبو آتی کہ دنیا جہاں کے عطر اور گوناگوں اقسام خوشبو ان کا مقابلہ نہ کرسکتیں، اور اس خوشبو کا اثر نسلاً بعد نسلاً رہتا۔ جو شخص بھی آپ سے مصافحہ کرتا اس کے ہاتھوں سے خوشبو آتی رہتی۔

دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوّت کا نشان کبوتری کے انڈے کی مانند یا دُلہن کے ٹِکہ کی طرح تھا۔ معارج النبوّۃ میں مرقوم ہے کہ مہرِ نبوّت میں تین سطریں مرقوم تھیں: (۱) اَلْعَظْمَةُ لِلّٰهِ (تمام عظمت اللہ ہی کے لئے ہے)، (۲) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں)، درمیان میں تحریر تھا تَوَجَّهَ حَيْثُ شِئْتَ فَاِنَّكَ مَنْصُوْرٌ (جس طرف آپ چاہیں جائیں، آپ فتح یاب ہیں)۔

آپ کے فضلات پاک تھے۔ زمین ان کو نگل جاتی اور اُس جگہ سے خوشبو آتی۔ بعض صحابہ نے آپ کے خُون کے قطرے کھالئے۔ اور امّ ایمنؓ نے برکت کے لئے بول مبارک نوش کرلیا۔ اور آپ کو چالیس جنتی مردوں کے برابر قوّت دی گئی۔

آپ کا رعب اور ہیبت اس قدر تھی کہ ناواقف آدمی کانپنے لگتا جیسا کہ قیلۃ سے مروی ہے کہ جب انھوں نے آپ کو دیکھا تو پسینہ سے کانپنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا

اے مسکینہ تجھ پر سکون و اطمینان لازم ہے۔ اور ابن مسعودؓ کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص آپ کے سامنے کھڑا اچانک کانپنے لگا۔ آپ نے فرمایا تجھ پر سکون لازم ہے، میں فرشتہ نہیں ہوں کہ تُو گھبرا گیا ہے۔

آپ کو کبھی بھی احتلام نہیں ہوا۔ اور شیطان آپ کی صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ اور عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَامُ نے گھر میں داخل ہونے کی اجازت چاہی، اس وقت تک کھڑے رہے جب تک کہ اجازت نہ ملی۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

جو ذات ان صفات کی جامع ہو، ان کے علاوہ بھی تمام صفاتِ کمالیہ سے موصوف ہو جیسا کہ کتب میں موجود ہے، کون ہے جو آپ کے ساتھ مساوات کا دعویٰ کرے اور مدعیِ مساوات ہو۔

ع دماغِ بیہُدہ پخت و خیالِ باطل بست

(بیہودہ دماغ بڑھایا اور باطل خیال باندھا)، مثل اس مکھی کے جو گدھے کے پیشاب میں بہتے ہوئے تنکے پہ بیٹھی خیال کرتی ہو کہ مَیں ایک ایسی کشتی پر سیر کر رہی ہوں جو دریا کی موجوں میں چل رہی ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْھَا (اللہ ہمیں اس سے بچائے)۔

"رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَ ھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً ۚ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ۝"[115]

(ترجمہ) اے ہمارے رب! ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ کر اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت سے سرفراز فرمایا ہے اور ہمیں خاص اپنی طرف سے رحمت عطا فرما، بیشک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔

[115] سورۃ آل عمران ۳، آیۃ ۸۔ ترجمہ عرفان القرآن

بِحُرْمَةِ أَفْضَل الْمَوْجُوْدَات أَشْرَف الْمَخْلُوْقَات رَسُوْلنَا مُحَمَّد (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ) الْمَخْصُوْص عَنْ خَصَائِص العظمى وَ شَفَاعَة الكبرىٰ وَ اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ وَ أَصْحَابِهِ الطَّاهِرِيْنَ اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ.

(ترجمہ) بحرمتِ نبیٔ پاک افضلِ موجودات اشرف المخلوقات ہمارے رسول محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جو شفاعتِ کبریٰ کے ساتھ مختص ہیں، اور آپ کی پاک آل اور پاک صحابہ کے صدقے، آمین یا رب العالمین۔

(الحمد للہ کتاب "تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل اربعین" اردو ترجمہ کی کمپیوٹر کتابت و تصحیح ماہِ نور ربیع الاول شریف ۱۴۳۵ھ مطابق جنوری ۲۰۱۴ء میں مکمل ہوئی۔ عبدالرحیم نظامانی، سویڈن)

رہنما کتب و حوالہ جات

1. اربعین مسائل (فارسی)، مولوی محمد اسحاق دہلوی، مطبع

2. الاصول الاربعہ (فارسی)، مولانا محمد حسن جان سرہندی مجددی، ۱۳۴۶ھ

3. العقائد الصحیحۃ (عربی)، مولانا محمد حسن جان سرہندی مجددی، ۱۳۶۰ھ

4. القرآن الکریم (عربی)

5. المعتقد والمنتقد (عربی)، مولانا فضلِ رسول قادری بدایونی، رضا اکیڈمی، ممبئی، انڈیا، مارچ ۲۰۰۱ء

6. انتخابِ معصوم (فارسی و اردو)، دیوان شاہ محمد معصوم مجددی، مطبع فیض الکریم، حیدرآباد دکن، انڈیا، ۱۳۱۴ھ

7. تحفۂ ابراہیمیہ، مکتوبات حاجی دوست محمد قندھاری، اردو ترجمہ صوفی محمد احمد، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز۔ ۱۹۶۶ء

8. تحفۂ زاہدیہ، مکتوبات خواجہ محمد عثمانی دامانی و مکتوبات خواجہ سراج الدین (اردو ترجمہ)۔ مترجم صوفی محمد احمد نقشبندی، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، طبع دوم، جنوری ۲۰۰۰ء

9. تحفۂ زواریہ (اردو)، مکتوبات شاہ احمد سعید مجددیؒ، ترتیب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، اردو ترجمہ محمد ظہیر الدین بھٹی

10. تذکرہ مشائخِ نقشبندیہ (اردو)، علامہ محمد نور بخش توکلی

11. تقویۃ الایمان (اردو)، مولوی اسماعیل دہلوی

12. جامع ترمذی (عربی)، امام ترمذی

13. دیوان متنبی (عربی)، ابو طیب احمد بن حسین متنبی (۳۰۳ تا ۳۵۴ھ)

14. ذکر السعیدین فی سیرت الوالدین (اردو)، شاہ محمد معصوم مجددی، مطبع مظہر النور، انڈیا، شعبان ۱۳۰۸ھ

15. ریاض الصالحین (عربی)، امام نووی شافعی

16. سنن ابن ماجہ (عربی)، امام ابن ماجہ

17. سنن ابو داؤد (عربی)، امام ابو داؤد

18. سنن نسائی (عربی)، امام نسائی

19. سیف الجبار، شاہ فضلِ رسول قادری بدایونی، مکتبہ رضویہ، لاہور، ۱۹۷۳ء

20. شرح سفر السعادۃ (فارسی)، شیخ عبدالحق محدث دہلوی

21. صحیح بخاری (عربی)، امام محمد بن اسماعیل بخاری

22. صحیح مسلم (عربی)، امام مسلم

23. طوالع الانوار شرح الدر المختار (عربی)، شیخ محمد عابد انصاری سندھی مدنی (ف۱۲۵۷ھ)، قلمی نسخہ

24. عرفان القرآن (اردو)، ترجمہ قرآن مجید، ڈاکٹر محمد طاہر القادری

25. فتاویٰ قاضی خان، امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی المعروف قاضی خان (ف۵۹۲ھ)

26. فهرس الفهارس والأثبات (عربي)، عبد الحي بن عبد الكبير الكتاني، دار المعرب الإسلامي، ١٩٨٢ء

27. فيض الملك الوهاب المتعالي بأنباء أوائل القرن الثالث عشر والتوالي (عربي)، الشيخ عبد الستار بن عبد الوهاب البكري الصديقي الهندي المكي الحنفي، دراسة و تحقيق أ.د. عبد الملك بن عبد الله بن دهيس، مكتبة الأسدي، مكة المكرمه، ٢٠٠٦ء

28. قصیدہ بردہ شریف (عربی)، امام ابو عبداللہ محمد بن سعید بوصیری شاذلی

29. مثنوی معنوی (فارسی)، مولانا جلال الدین رومی، اردو ترجمہ مترجم قاضی سجاد حسین، حامد اینڈ کمپنی، اردو بازار، لاہور، پاکستان

30. مجمع الزوائد و منبع الفوائد (عربی)، امام نور الدین ہیثمی

31. مجموعہ فوائدِ عثمانیہ: ملفوظات، مکتوبات و معمولات حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی (اردو ترجمہ)۔ سید اکبر علی دہلوی، مترجم محمد نذیر رانجھا، جمعیۃ پبلیکیشنز، لاہور، پاکستان، اکتوبر ۲۰۰۶ء

32. تفسير مدارك التنزيل وحقائق التأويل (عربی)، امام عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی (ف۷۱۰ھ)

33. مرقاۃ المفاتیح شرح مشکواۃ المصابیح، ملا علی قاری

34. ملفوظاتِ شریفہ، ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی، جامع مولانا غلام محی الدین قصوری، اردو ترجمہ اقبال احمد فاروقی، مکتبہ نبویہ، لاہور، ۱۹۷۸ء

35. ملفوظاتِ فضلیہ، اقوال و اعمال خواجہ محمد فضل علی قریشی (اردو)۔ جامع خواجہ محمد عبدالغفار فضلی نقشبندی، تعلیق و تخریج محمد کرم اللہ الٰہی، ماتلی، سندھ، پاکستان، رمضان ۱۴۳۳ھ

36. مؤطا امام محمد(عربی)، امام محمد بن حسن شیبانی

37. نسمات القدس، خواجہ محمد ہاشم کشمی

38. نصاب الاحتساب (عربی)، علامہ عمر بن محمد سَنامی حنفی

حضرت شاہ احمد سعید مجددی فاروقی مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۲۱۷ تا ۱۲۷۷ھ) طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک عظیم شیخ اور اپنے وقت کے قطب و غوث تھے۔ آپ رام پور (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ طریقہ نقشبندیہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا، اور اپنے والد شاہ ابو سعید قدس سرہ کی وفات کے بعد خانقاہ مظہریہ دہلی کے سجادہ نشین بنے۔ ۱۸۵۷ میں واقعہ غدر کے بعد آپ مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے، اور وہیں ۱۲۷۷ھ میں وصال فرمایا اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارک کے بالکل قریب دفن ہوئے۔

آپ نے یہ کتاب "تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل اربعین" فارسی میں مولوی اسحاق دہلوی کی کتاب "مسائل اربعین" کے رد میں لکھی، جس میں اس نے وھابی مسلک کے مطابق چند فقہی مسائل کا جواب دیا تھا۔ آپ نے بذریعہ تحریر و تقریر ہندوستان کے اس نو پید فرقہ کا بھرپور رد کیا اور لوگوں کو ان کے مکر و فریب اور گمراہ کن عقائد سے خبردار کیا۔